



جَمِيعَهُمْ لِلْتَّقْوَىٰ لَهُوَ

کاترجمان

# دَارُ التَّقْوَىٰ

ذو الحجه، محرم الحرام 1443ھ / اگست 2021ء

● خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

● سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

● نفع کی شرع کیا ہو

● میں ہوں پاکستان

● سو شل میڈیا، فتنہ الحاد اور ہماری نئی نسل



بِمَارا مشن عالم کی روشنی کو برگھر تک پہنچانا

# جامعہ دارالتقویٰ کی مطبوعات

کتب	قیمت
دائی نفیثہ اوقات نمازو سحر و افطار	120
دائی نفیثہ اوقات نمازو سحر و افطار (پاکٹ سائز)	10
مسنون حج و عمرہ	40
مسنون عمرہ	40
صلح و شام کے مسنون اذکار	20
چهل حدیث	30
رہنمائے رمضان	—
اعتفاف (فضائل و مسائل)	—
قربانی (فضائل و مسائل)	—
موباائل فون کے بارے میں چند مسائل	20
رکوع سجدہ سے معذور شخص کیلئے نماز پڑھنے کا طریقہ	20
اشاعت خاص حاجی عبد الوہاب صاحب	500
اشاعت خاص حضرت مولانا جمیلی صاحب	—
اشاعت خاص حضرت ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب	600
تعلیم و تربیت	180

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دارالتقویٰ لاہور 0304-4167581

# ماہنامہ دارالتحقیقی

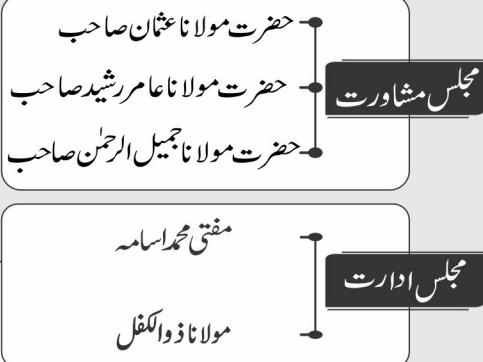
حضرت اقدس و مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بدعا

شمارہ 12

ذوالحجہ ۱۴۴۲ھ / اگست 2021ء

جلد 10



نیپر پرنسپل

مدیر

حضرت مولانا اویس احمد صاحب

میریسٹول

مولانا عبدالودود ربانی

Email Address

Monthlydarultaqwa@gmail.com

● اس دائرے میں سرخ نشان  
مدت خیرداری کے تم ہونے کی عالمت ہے

● فی شمارہ: ۳۰ روپے  
سالانہ بدل خرچ: ۳۸۰ روپے

● مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

## خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتحقیقی متصل جامع مسجد الہلال چوبریجی پارک لاہور  
فون نمبر: 0304-4167581 04235967905  
سالانہ رسائی کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر منی آڑو کریں

## مقام اشاعت

پیک اکاؤنٹ نمبر  
1001820660001

تاشیل اکاؤنٹ دارالتحقیقی برست  
ایم آئی بی برائی گروڈ 159 (مسلم کرش میک)

متصل جامع مسجد الہلال  
چوبریجی پارک لاہور

# ماہنامہ دارالتحفیظ لاہور

اگست 2021ء

## فہرست

حرف اولیں

- 5 افغانیوں کو اپنے فیصلے خود کرنے دیں مولانا عبد الوود رباني درس قرآن

- 11 فی سبیل اللہ ہجرت کرنے والوں کے لئے وعدے مولانا عاشق ابی بلند شہری مقالات و مضمین

- 18 خلیفہ ثانی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مولانا عبد المنان معاویہ  
25 آپس میں مہربان مولانا محمد منصور احمد  
29 سیدنا حسین، فضائل و مناقب مولانا اجميل خان حمید اللہ  
35 نفع کی شرح کیا ہو مفتی فیصل احمد  
38 میں ہوں پاکستان سفیان علی فاروقی  
41 سو شل میڈیا، فتنہ الحادا ور ہماری نئی نسل مفتی تقي عثمانی صاحب  
45 تدریس کے بیادی اصول مولانا یوسف خان صاحب  
54 مولانا اڈا کٹر عبد الرزاق اسکندر حمید اللہ

سفرنامہ

- 59 جہان دیدہ مفتی تقي عثمانی صاحب

سوالیں

- 62 سوالیں حضرت حاجی عبد الوہاب صاحب " مولانا اذوا کلف

مسائل

- 64 آپ کے مسائل کا حل دارالافتاء و تحقیق

## حرف اولیں

افغانیوں کو اپنے فیصلے خود کرنے دیں

جوں جوں طالبان کی پیش قدمی بڑھتی جا رہی ہے اور افغانستان کے طول و عرض ان کے زیر نگیں آتے جا رہے ہیں توں توں کٹھ پتلی افغان حکومت کے ساتھ ساتھ امارتِ اسلامیہ سے خائفِ عالمی طاقتوں اور دیسی لبرلز (خواہ وہ افغانستان میں ہوں یا پاکستان میں) کی تشویش میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے، چونکہ شکست نو شدید دیوار ہے اس لئے یہ کوشش جاری ہے کہ افغان طالبان کے کم از کم تصورِ حکومت یعنی شریعت کا ہی راستہ روکا جائے کیونکہ طالبان آج بھی اپنے موقف پر قائم ہیں کہ ”اگر ایک انج ز میں بھی ہمارے قبضہ میں آئی تو اس پر اسلام کی حکمرانی ہوگی“ یہ وہ خوف ہے جو دنیا پر چھایا ہوا ہے جس کی وجہ سے ستائیں سال پہلے طالبان کے بر سر اقتدار آتے ہی سے دنیا بھر میں ایک ”طالبان“ فوبیا پیدا ہو گیا تھا۔ یہ فوبیا آج بھی نفسیاتی طور پر مغرب اور مغرب زدہ لوگوں کے ذہنوں پر مسلط ہے۔

ستائیکس سال قبل جس طرح جھوٹ کی بنیاد پر طالبان کا ایک ظالمانہ نقشہ کھینچا گیا تھا اور پھر اسے پوری دنیا کے ذرائع ابلاغ میں پھیلایا گیا تھا، وہ سب بے بنیاد اور جھوٹا پروپیگنڈہ آج بھی جاری ہے۔ درست ہے کہ افغانستان کا مستقبل تاحال ایسے چلتی کی صورت دنیا کے سامنے موجود ہے جس میں اعلیٰ انسانی اقدار اور علاقائی امن کو شدید خطرات لاحق ہیں۔ ایک طرف چارعشروں سے یک بعد دیگرے دو سپر طاقتیوں کی مسلح مداخلت اور داخلی خانہ جنگی کی صورت میں آتش و آہن کی تباہ کاری سے دو چار ہونے والے

افغان باشندے منتظر ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں پھر سے آباد ہو کر سکون سے زندگی گزارنے کے قابل ہوں۔ دوسری طرف خطے کے ممالک ہیں جو اپنے پڑوس میں طویل عرصے کی بدامنی کے باعث تباہ کا شکار ہیں۔ تیسرا طرف پاکستان جیسا ملک ہے جو افغانستان کے حالات سے سب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ چوتھی طرف وہ طاقتیں ہیں جو افغانستان میں برپا قیامت خیزی اور ہنسایوں پر اس کے مقنی اثرات میں اپنا مفاد کیھتی ہیں جبکہ کہ ارض کی کیفیت ایسی ہے کہ اس کا امن افغانستان میں سلگتے آتش فشاں کے خوفناک اثرات شاید مزید برداشت نہ کر سکے۔

1990ء میں جب سوویت یونین کو شکست ہوئی اور مجاہدین کامیاب ہوئے تو انکو اپنے ملک کے مستقبل کا فیصلہ نہیں کرنے دیا گیا، انہیں انہا پسند کہہ کر اقتدار سے دور رکھا گیا جسکے نتیجے میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور نتیجے میں نوجوان طالب علموں نے ملک کی قیادت سنہjal لی۔

2001ء تک وہ افغانستان کے 90 فیصد علاقوں پر قابض ہو چکے تھے لیکن امریکہ نے نائیں الیون کا بہانہ بنا کر طاقت کے زور پر افغانستان پر قبضہ کر لیا اور طالبان مخالف قوت شمالي اتحاد کا سہارا لیا اور انہیں کابل کے تخت پر بٹھایا۔ اب امریکہ اور پاکستان طالبان سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اس حکومت کو تسلیم کرو جنہیں وہ غدار اور دشمن کا ایجنت سمجھتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کامیاب طالبان اس حکومت کو تسلیم کر لیں جسے انہوں نے 2001ء سے اب تک صرف کابل تک محدود رکھا ہے اور جو امریکیوں کے افغانستان سے نکلتے ہی تاش کے پتوں کی طرح بکھر رہی ہے۔ قانون فطرت ہے کہ جیتی ہوئی طاقت فیصلہ کرتی ہے، افغانستان کے مستقبل کا فیصلہ افغانیوں نے ہی کرنا ہے، جن کے بزرگوں نے ماضی میں سوویت یونین کو شکست دی اور اب امریکہ اور نیو ٹو شکست سے دوچار کیا ہے۔

امریکہ نیو اور افغان حکومت تسلیم کر لیں کہ وہ اس جنگ میں ہاری ہوئی طاقت ہیں اور انہیں افغانستان کے مستقبل کے فیصلے کرنے کا حق نہیں ہے۔ صرف معاونت مدد اور افغانستان کی تعمیر نو کا حق حاصل ہے۔ اب فیصلہ افغان عوام کے ساتھ فاتح طالبان نے کرنا ہے کہ ان کے ملک میں طرز حکمرانی کیسا ہوگا۔ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ اگر افغانستان میں طالبان کی حکومت آئی تو ماضی کی طرح یہ ملک ایک مرتبہ پھر امن و امان

کا گھوارہ بن جائے گا۔ لیکن بیرونی جاریت کے سب پچھلے 53 سالوں سے افغان قوم اپنے نظریے اقدار اور روایات کے تحفظ کی جنگ لڑ رہی ہے اور بے مثال قربانیاں دی ہیں۔ دوسرے پا اور انکے اتحادیوں کو شکست فاش دی ہے اور آج بھی اپنے موقف پر ثابت قدم ہیں۔ درست ہے کہ ماضی میں طالبان سے غلطیاں سرزد ہوئیں لیکن انہوں نے حالات کے دھارے سے بہت کچھ سیکھا ہے، ان کے انٹرویو اور بیانات بتاتے ہیں کہ ان کی سیاسی بصیرت اور انداز فکر میں کافی پیچگی آئی ہے جس کا ثبوت افغان طالبان کے ترجمان کا مندرجہ ذیل انٹرویو ہے۔

افغان طالبان کے ترجمان ذبیح مجاهد نے ایک ٹوی وی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہم نے ماضی سے بہت کچھ سیکھا ہے اور ہم اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ انسانی حقوق کے تحفظ اور خواتین کو تعلیم کے زیر سے آراستہ کیے بغیر کوئی حکومت مستحکم نہیں ہو سکتی۔ ہم نے تاجک، اوزبک اور ہزارہ قبائل سے اچھے تعلقات قائم کر لئے ہیں اور انہیں اقتدار میں شریک رکھنا چاہتے ہیں۔ بعض علاقوں میں افواہیں پھیلائی جا رہی ہیں کہ طالبان عوام، میڈیا اور عورتوں پر پابندیاں لگا رہے ہیں۔ ہم اس پروپیگنڈے کی تردید کرتے ہیں، تازہ مفتوحہ علاقوں میں رہائش پذیر افغان غیور مسلمان ہیں اور پہلے سے اسلام کے دائرے میں زندگی گزار رہے ہیں، ان پر پابندیاں لگانے کی کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی انہیں کسی چیز سے منع کیا جائے گا، اسکو لوں سمیت تمام ادارے کھلے ہیں، میڈیا شرعی حدود کے دائرے میں رہتے ہوئے غیر جانبدار اور آزاد نشریات کر سکتے ہیں۔

اسی طرح کلینک اور صحت کے مرکز کسی رکاوٹ کے بغیر کام کر سکتے ہیں، فلاجی ادارے اور دیگر آزاد این جی اوز بالاخوف و خطر اپنی خدمات جاری رکھیں۔ سرکاری ملازمین، صحافی اور مختلف سرو سفراء ہم کرنے والے اداروں کے ملازمین ہمارے ملک کا ثاثہ ہیں، ہم ان کی خدمات کا برابر اعتراف کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی انشاف کیا کہ بھارت نے ملابرادر سے رابطے کرنے کی بار بار کوشش کی ہے، مگر ہم نے دوڑک جواب دے دیا کہ ہم تمہارے ساتھ مذاکرات نہیں کر سکتے، کیونکہ تمہارا عمل افغان طالبان سے دشمنی کا عکاس رہا ہے۔ اُن کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہمارا داعش، القاعدہ اور تحریک طالبان پاکستان سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہم پاکستان کے مفادات کے خلاف قدم اٹھانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔

انہوں نے مزید کہا کہ ہم نے ماضی کی غلطیوں سے بہت کچھ سیکھا ہے، نئے افغانستان میں ہم ان غلطیوں کو نہیں دھرا سکیں گے، انہوں نے اپنے مخالفین اور غیر ملکی افواج کیساتھ کام کرنے والوں کے لئے عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ وہ ماضی کے اپنے اقدامات پر شرمند ہوں، اپنی اپنی فیلڈ میں اپنے ملک کی خدمت کریں، انہیں ہم سے کوئی خطرہ نہیں۔

اس میں دورائے نہیں ہیں کہ پاکستان کا امن افغانستان کے امن سے مشروط ہے، افغانستان میں ہونے والے کشت و خون کے اثرات براہ راست پاکستان پر پڑتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ گذشتہ چار دہائیوں سے پاکستان نے نہ صرف لاکھوں افغان مہاجرین کی میزبانی کی ہے بلکہ ستھزار سے زائد اپنے لوگوں کی جانوں کی قربانی دی ہے پائچھے ہزار سے زائد قانون نافذ کرنے والے اداروں کے افسران اور اہلکار شہید ہوئے ہیں اور اربوں روپے کی معیشت تباہ ہوئی، پاکستان اب مزید کسی ایڈوچر کا متحمل نہیں ہو سکتا، وزیر اعظم پاکستان نے دولوک الفاظ میں کہا ہے کہ ماضی میں امریکہ کی جنگ میں شامل ہو کر ہم نے بہت بڑی غلطی کی جس کا ہمیں شدید نقصان اٹھانا پڑا اب ہم امریکہ کے امن قائم کرنے میں اتحادی ہوں گے جنگ میں نہیں۔ قابض افواج کے افغانستان سے نکل جانے کے بعد اب جب افغانستان میں قیامِ امن کی امید برآنے کے امکانات روشن ہوئے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ افغان طالبان کے بارے میں غیر محتاط بیانات دینے کے بجائے اُن کے متوازن روایوں کی حوصلہ افزائی کریں، مصالحت کے عمل کو فروغ دیں اور حکومت اور آپوزیشن یکسوئی سے اتفاقی رائے پیدا کریں۔

سیاسی و سفارتی دانشمندی کا تقاضا ہے کہ جب ملک کو مختلف ستمتوں سے نظرات لاحق ہوں تو بہت سوچ سمجھ کر فیصلے کرنے ہوتے ہیں طالبان کے متعلق ان مفہوموں اور پروپیگنڈے کو درکریں جو عالمی میڈیا کے ذریعے پھیلائے جا رہے ہیں اور طالبان کی فتوحات کو منفی انداز میں پیش کر کے دنیا کو ان سے ڈرایا جا رہا ہے۔ قومی میڈیا کو اس پروپیگنڈے کا ہرگز حصہ نہیں بننا چاہئے۔

دنیا کو یہ حقیقت جلد یابدیر تسلیم کرنا ہو گی کہ طالبان ایک حقیقت ہیں وہ افغانستان کی ہی عوام ہیں، امریکہ نے اقوام متحدہ کو مگر اس کے اپنے ساتھ ملا یا اور ان کے ملک پر ناجائز حملہ کر کے ان کی حکومت کا خاتمه

کیا، اب جب کہ امریکہ اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے طالبان سے کامیاب مذاکرات کے ذریعے افغانستان سے اپنی فوج کا انخلاء کافی حد تک مکمل کر چکا ہے، چاہئے تو یہ تھا افغانستان سے نکلتے ہوئے حکومت کی زمام کار طالبان کے حوالے کر دیتا، کیونکہ طالبان نے نہ صرف امریکہ کو شکست فاش سے دوچار کیا ہے بلکہ افغان حکومت بھی اپنی تربیت یافتہ لاکھوں کی فوج کی موجودگی میں ان کا کچھ نہیں بکار رکسی، اس لئے ضروری تھا کہ امریکیوں کے انخلاء کے بعد افغانستان کی حکومت طالبان کے سپرد کر دی جاتی تاکہ ملک خون خرابے اور خانہ جنگی سے نج چا جاتا، اب بھی وقت ہے عالمی طاقتوں اور علاقائی ممالک کو چاہیے کہ افغان عوام کو اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے دیں بیروفی مداخلت نے ہی افغانستان کو اس نجح تک پہنچایا ہے۔

عالمی طاقتوں اور علاقائی ممالک نے اگر اب بھی افغان عوام کو اپنی مرضی کے فیصلے نہ کرنے دیئے تو خاکم بدہن امن کی خواہش خواب ہی رہے گی جو افغان عوام کے لئے تباہی و بر بادی کا باعث ہوگی ہی، نظر کے ممالک بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

### مدارس کے ساتھ ناالصافی کیوں؟

ایک وقت تھا جب مدارس کے لئے قربانی کی کھالیں آمدن کا ایک بڑا ذریعہ تھیں، مدارس کے سال بھر کے اخراجات کا کچھ حصہ کھالوں کی فروخت سے حاصل ہو جاتا تھا، پھر یہ ہوا کہ کھالوں کے ریٹ غیر معمولی حد تک گرا دیئے گئے جس کی وجہ سے یہ آمدن چوتھائی سے بھی کم رہ گئی، اس آمدن پر مزید کٹ لگانے کی غرض سے کھالیں جمع کرنے کے لئے ڈپٹی کمشنز سے این اوی لینا لازم قرار دے دیا گیا، دینی مدارس پر یہ ناجائز قدغن عائد کر دی گئی کہ وہ انتظامیہ کی طرف سے باقاعدہ اجازت نامہ کے بغیر کھالیں وصول نہیں کر سکتے۔ کچھ کو اجازت دے دی جاتی ہے کچھ کو محض پچر لگو لگو کر آخر میں منع کر دیا جاتا ہے۔ انتظامیہ کا رو یہ بھی حوصلہ افزاؤ آبرو مندانہ نہیں ہوتا۔ امسال بہت کم مدارس کو کھالیں جمع کرنے کی اجازت تھی، اس ناروارو یہ اور ناجائز پابندی کے باوجود مدارس نے ہمیشہ قانون کا احترام کیا ہے اور ریاست کے ہر جائز و ناجائز حکم کی پاسداری کی ہے اس معاطلے میں بھی جن مدارس کو کھالیں جمع کرنے کی اجازت نہیں تھی انہوں نے کھالیں جمع نہیں کیں۔ موصولہ اطلاعات کے مطابق ایسے مدارس جن میں اجتماعی قربانی کا اہتمام تھا ان کی ان کھالوں کو

جو اجازت نہیں ہر اسال کیا گیا، کچھ کے خلاف ناجائز مقدمات قائم کئے گئے اور بعض جگہوں پر گرفتاریاں بھی عمل میں لائی گئیں۔ ملک کے سنجیدہ حلقے حکومت کے اس معاندہ رونے پر سخت تشویش میں بیٹلا ہیں اور پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ جب ملک میں این جی او ز کو کھالیں جمع کرنے کی اجازت ہے، رفاهی اداروں اور ہسپتالوں کے کھالیں جمع کرنے پر ریاست کو کوئی اعتراض نہیں تو دینی ادارے جو دین کی ترویج و اشاعت کا کام کر رہے ہیں جو علم و حکمت کے مراکز ہیں جنہوں نے ہمیشہ امن اور بھائی چارے کا درس دیا ہے، ہر معاملے میں حکومت کے ساتھ تعاون کیا ہے، ان کے ساتھ یہ دہرا معيار کیوں؟ ہم حکومت وقت سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جن علاقوں میں ڈپٹی کمشنز صاحبان نے مدارس کو اجازت نامے نہیں دیئے ان کی انکو اسراں کرائی جائیں اور اس بات کا پتہ لگایا جائے کہ ان آفیسران نے کس کے ایماء پر ایسا کیا ہے؟ مدارس مختلف ان آفیسران کے ڈانڈے کن گروہوں سے ملتے ہیں یہ جاننے کی ضرورت ہے۔ قانونی راستہ اختیار کرنے والے مدارس کو این اوسی جاری نہ کر کے اشتغال پیدا کرنے کی کوشش کیوں کی، اللہ جزاۓ خیر دے ان مدارس کی انتظامیہ کو جنہوں نے پھر بھی صبر کیا اور قانون کی خلاف ورزی نہیں کی۔

اجماعی قربانی کی کھالوں کو جواز بنا کر ان پر پرچے دے کر اور ان کی گرفتار کر کے ملک میں بد امنی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی، ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ نہ صرف ان ڈپٹی کمشنز کے خلاف انکو اسراں کی جائے جہاں جہاں پرچے اور گرفتاریاں ہوئی ہیں، پرچے خارج کر کے گرفتار شدگان کو فوراً رہا کیا جائے۔ ہم اتحاد تنظیمات المدارس کے اکابرین سے بھی اپیل کریں گے کہ اس سلسلے میں حکومت کے ساتھ مل کر اس مسئلے کا کوئی آبرو منداہ حل نکالا جائے تاکہ آئندہ قربانی جیسے دینی فریضے کی آدائیگی میں بدمزگی پیدا نہ ہو۔

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسؤول

## فی سبیل اللہ ہجرت کرنے والوں کے لئے وعدے

مولانا عاشق الہی بلند شہری

وَمَنْ يُهَا جِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدُ فِي الْأَرْضِ مُرْغَماً كَثِيرًا وَسَعَةً وَمَنْ يَجْرُ جَمِنْ بَيْتَهُ مُهَا جِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُلْدِرِ كُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا أَرَّ حِيجًا

ترجمہ:

اور جو شخص اللہ کی راہ میں وطن چھوڑے وہ زمین میں جانے کی بہت سی جگہ پائے گا اور اسے بہت کشادگی ملے گی، اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے کی نیت سے نکل کھڑا ہو پھر اس کو موت آپکرے تو یقینی طور پر اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا اور اللہ بڑا بخشنے والا ہم بران ہے۔

تفسیر:

فی سبیل اللہ ہجرت کرنے والوں کے لیے وعدے لباب النقول صفحہ ۷۹ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی نیت سے نکلنے کا ارادہ کیا اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے سواری پر سوار کر دو اور مشرکین کی سرز میں سے نکال دو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاؤں جب وہ روانہ ہو گئے تو راستے میں موت آگئی آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچ سکے آپ پر وحی کا نزول ہوا اور آیت بالا نازل ہوئی۔

دوسرے واقعہ ابو شمرہ زرقی کا نقل کیا ہے وہ کہ معظمه میں مشرکین میں پھنسے ہوئے تھے جب آیت کریمہ (اللَّٰهُمَّ إِنَّ سَيِّدَ الْجَاهِلِيَّةِ وَالنَّسَاءِ وَالْوُلُدَانِ لَا يَسْتَطِعُونَ حِيلَةً) نازل ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں مالدار ہوں میں نکلنے کی تدبیر کر سکتا ہوں لہذا انہوں نے ہجرت کا سامان تیار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے ان کو مقام تعمیم میں موت آگئی (جو حرم سے قریب تر جگہ ہے) اس پر آیت بالا (وَمَن يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ) نازل ہوئی اور ایک واقعہ خالد بن حرام رضی اللہ عنہ کا لکھا ہے، وہ جب شے سے (مدینہ منورہ آنے کے لیے) روانہ ہوئے راستے میں ان کو سانپ نے کاٹ لیا جس کی وجہ سے موت ہوئی اس پر آیت بالا نازل ہوئی، صاحب لباب النقول نے اسی طرح کا ایک واقعہ اکشم بن صیفی کا بھی نقل کیا ہے کسی آیت کے اسباب نزول متعدد بھی ہو سکتے ہیں۔ لہذا ان میں کوئی تعارض نہیں۔ پھر یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ سبب نزول اگرچہ وہ واقعات ہیں جو اور پر مذکور ہوئے لیکن آیت کا مفہوم عام ہے۔ اس میں واضح طور پر اعلان فرمادیا کہ جو کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکل کھڑا ہو اور اس کا مقصد صرف اللہ کی رضا ہو دین ایمان کو بچانا چاہتا ہو تو اس کا یہ سچی نیت سے نکل کھڑا ہونا ہی باعث اجر و ثواب بن گیا اگرچہ وہاں تک نہ پہنچ سکا جہاں تک اس کو پہنچنا تھا۔ راستے میں موت ہو جانے کی وجہ سے مقصد ظاہری تک تو نہ پہنچ پایا لیکن حقیقی مقصد حاصل ہو گیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کوئی انتہا نہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑے مغفرت والے اور بہت بڑے حیم ہیں اچھی نیت پر بھی کوئی کوئی کوئی دینے کا عمل ابھی پورا نہ بھی ہوا ہو۔

لفظ ہجرت عربی زبان میں چھوڑ دینے کو کہتے ہیں اور شرعی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل کرنے کے لیے اپنا وطن چھوڑ کر کوئی دوسرا وطن اختیار کرنے کو ہجرت کہا جاتا ہے بعض مرتبہ مومن بندے کفر کے ماحول سے جان چھڑانے کے لیے خود سے وطن چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور بعض مرتبہ اہل کفر ان کو وطن سے نکال دیتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں پر ہجرت صادق آتی ہے۔ آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے ساتھ بہت سے صحابہ نے مکہ مععظم سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی اور بھی مختلف علاقوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے اس کے بعد بھی مختلف ادوار اور مختلف ازمان میں ہجرت کے

و اقعات پیش آتے رہے ہیں، چونکہ بھرتو میں بہت سخت تکلیف ہوتی ہے آبائی وطن چھوڑنا پڑتا ہے۔ جائیدادوں سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ اعزہ و اقرباء جدا ہو جاتے ہیں۔

### بھرتو کا ثواب:

اس لیے اس بڑے عمل کا ثواب بھی بہت بڑا ہے۔ سورہ آل عمران کے آخری روکوں میں فرمایا:

(فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَيِّئَتِهِمْ وَقُتِلُوا وَقُتِلُوا لَا كَفَرُوا عَنْهُمْ سِيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخَلَّهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْمِلِهَا الْأَكْمَهُ شَوَّابًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْثَّوَابِ) (سوجن لوگوں نے بھرتو کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور انہیں میری راہ میں تکمیلیں دی گئیں اور انہوں نے قتال کیا اور مقتول ہوئے میں ضرور ان کی خطاوں کا کفارہ کر دوں گا اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہیں بہتی ہوں گی یہ انہیں بدلتے ملے گا اللہ کے پاس سے اور اللہ ہی کے پاس اچھا بدلہ ہے۔)

اور سورہ بقرہ میں فرمایا (إِنَّ الَّذِينَ أَمْنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهُدُوا فِي سَيِّئَاتِ اللَّهِ أُولَئِكَ يَرَى جُنُونَ رَحْمَةَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ) ( بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے بھرتو کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔)

سورہ توبہ میں فرمایا (إِنَّ الَّذِينَ أَمْنُوا وَهَاجَرُوا وَجَهَدُوا فِي سَيِّئَاتِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَاتِ عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاعِزُونَ) (جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ نے راہ میں بھرتو کی اور جہاد کیا وہ اللہ تعالیٰ نے نزدیک بڑے درجہ والے ہیں اور یہی لوگ کامیاب و با مراد ہیں۔)

اور سورہ نحل میں فرمایا (وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَبُئْوَةَ هُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَا جُرْأَةً لَا كَبُرُّ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ) (جن لوگوں نے اللہ کے لیے بھرتو کی اس کے بعد کہاں پر ظلم کیا گیا ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے۔ اور آخرت کا ثواب بڑا ہے کاش یہ لوگ سمجھ لیتے۔) ان آیات سے معلوم ہوا کہ بھرتو اور جہاد دنوں کی شریعت اسلامیہ میں بڑی اہمیت ہے ان

دونوں کی برکات بھی بہت ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ کے لیے ہجرت کرے گا اس کو ضرور ہی کسی نہ کسی جگہ ٹھکانہ مل جائے گا اور اس کو مالی کشاں بھی نصیب ہوگی۔ پر دلیں میں نیا نیا پہنچنے کی وجہ سے ابتداء کوئی تکلیف پہنچ جائے تو یہ اور بات ہے لیکن جلد ہی رحمت اور برکت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ظاہری و باطنی منافع ملنے لگتے ہیں اور معاش میں بھی فرمادی ہو جاتی ہے۔ حضرات صحابہ کرام (رض) نے مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کو ہجرت کی تھی چند سال بعد مکہ معظمه بھی فتح ہو گیا، خیر فتح ہوا، ہبت سے علاقے قبضے میں آئے بڑی بڑی جائیدادیں ملیں، اموال غیمت ہاتھ آئے۔ پھر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد مصر شام، عراق فتح ہوئے جو حضرات کمہ میں مجبور اور بے بس تھے ان کو بڑے بڑے اموال ملے۔

تاریخ اس پر شاہد ہے کہ ہجرت اور جہاد سے کایا پلٹ جاتی ہے اور مسلمان نہ صرف یہ کہ ثواب آخرت کے اعتبار سے (جس کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی) بلکہ دنیاوی اعتبار سے بھی ہجرت اور جہاد کی وجہ سے عزت اور شرف اور کافروں پر غلبہ اور مالداری اور غلام اور باندیشوں کی ملکیت کے اعتبار سے کامیاب اور فائز المرام ہو جاتے ہیں۔

**اصل ہجرت یہ ہے کہ گناہ چھوڑ دیئے جائیں:**

ہجرت کس لیے کی جائے، اس لیے کہ اللہ کے دین پر چل سکیں احکام اسلام بجالانے میں جو شمن رکاوٹ ڈالتے ہیں وہ رکاوٹ دور ہو جائے اور اہل ایمان میں پہنچ کر سکون و اطمینان کے ساتھ دینی کاموں میں لگ سکیں صرف وطن چھوڑ دینا ہی ہجرت نہیں ہے۔ ہجرت کے لوازم میں سے یہ بھی ہے کہ گناہوں کو چھوڑ دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کو شعار بنایا جائے۔ صحیح بخاری صفحہ ۶: ج ۱ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا الْمَهَاجِرُ مِنْ هَجْرَةِ مَانِهِ اللَّهُ عَنْهُ (حقیقی مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے) ایک اور حدیث میں ہے الْمَهَاجِرُ مِنْ هَجْرَةِ الْخَطَايَا والذنوب (واقعی مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں کو چھوڑ دے) مشکوٰۃ المصائب صفحہ ۱۵ ہے، حضرت عمر و بن عبّاس رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ ای الْهِجْرَة افضل (کون سی ہجرت افضل ہے) آپ نے فرمایا اُنْ تَهْجِرَ مَا كَرِهَ رَبُّكَ کہ تو ان کاموں کو چھوڑ دے جو تیرے رب کو ناگوار ہوں (رواه

التزمی وابن ماجہ)۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ صرف وطن چھوڑ دینے ہی کا نام ہجرت نہیں ہے۔ ہجرت کے لوازم کو بھی اختیار کرنا لازم ہے۔

آج کل لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وطن تو چھوڑ دیتے ہیں لیکن جہاں آ کر آباد ہوتے ہیں وہاں نہ صرف یہ کہ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں بلکہ سابق وطن میں جو دینی زندگی تھی اس کو چھوڑ کر زیادہ سے زیادہ گناہوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ نمازیں بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ شرعی پرده بھی انہیں ناگوار ہونے لگتا ہے اللہ کے دینے ہوئے مال میں سے اس کے حقوق ادا نہیں کرتے زکوٰتیں حساب سے نہیں دیتے۔ بائُن یا مغلظ طلاق دے کر بھی جاہلی قانون کا سہارا لے کر عورت کو گھر میں رکھے رہتے ہیں اور عناد و فساد اور جنگ و جدال کو اپنا وظیرہ بنالیتے ہیں۔ کوئی دین کی طرف متوجہ کرے تو اس کے لگے پڑتے ہیں۔ کفر یہ کلمات تک بک جاتے ہیں ان سب باتوں کے باوجود اپنے کو مہاجری کہتے ہیں۔ جو شخص ہجرت کر کے آئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس مہاجر کی مدد کریں۔

### النصار مدینہ کا بے مثال عمل:

حضرات صحابہ کرام ﷺ جب کہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچنے تو مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہر طرح سے ان کی مدد کی۔ اسی لیے ان کو انصار (مدد کرنے والے) کا لقب دیا گیا۔ سورۃ حشر میں فرمایا:

(وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً هُمْ أُوْتُوا وَيُؤْتَوْنَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةً وَمَنْ يُؤْقَ شَعَّنَفَسِهِ فَأُوْتَى إِنَّهُمْ الْمُفْلِحُونَ)

”اور وہ لوگ جنہوں نے دارالاسلام کو پہلے سے اپنا ٹھکانا بنایا اور ایمان کو مضبوطی سے پکڑا ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جنہوں نے ان کی طرف ہجرت کی اور جو کچھ ان کو دیا گیا اس سے اپنے سینوں میں کوئی ٹک محسوس نہیں کرتے اور اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود ان کو حاجت ہو اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچا دیا گیا سو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں“

انصار مدینہ نے مہاجرین کے ساتھ جو کچھ لینے دینے کا اور نصرت و خدمت کا برتاؤ کیا اس کی نظری دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ آج کل تو مہاجرین ہیں انصار کا وجود نہیں ہے اس کی ایک وجہ تو وہی ہے کہ دنی تقادروں کے مطابق زندگی گزارنے کا مزاج نہیں رہا مہاجرین کی خدمت کو اپنا کام سمجھنے کی بجائے دار الحجرت کے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ یہ قوم ہمارے لیے بوجھ بن گئی اور ہمارے علاقے میں آ کر ہمارے حقوق چھینتے گئی حضرات انصار کو یہ بھی گوارا نہیں کہ مہاجرین اپنے دست و بازو سے اور تجارت و زراعت سے مال حاصل کر کے کمائیں، دونوں فریق کو عصیت کھائے جاتی ہے، ہر شخص اپنی نیت کا جائزہ لے کہ اس نے کیوں ہجرت کی۔ ہجرت اللہ کے لیے ہوتی ہے تو اس کے برکات ہی اور ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ مہاجرین صاحبان دین پر قائم نہیں رہتے اعمال صالح سے بچتے ہیں بڑھ چڑھ کر گناہوں میں حصہ لیتے ہیں اور دشمنان دین کی شہ پر مقامی لوگوں کو شمن بنالیتے ہیں اور قتل و قتال میں حصہ لیتے ہیں، دینی تقاضے تو چھوڑ دیئے۔ خالص دنیاداری اور گنہگاری میں لگ گئے اس کے باوجود یہ امید کرتے ہیں کہ انصار ہماری مدد کریں مدد دین داری کی وجہ سے ہوتی ہے دین داری کو پس پشت ڈال دیا، دنیا ہی دنیارہ گئی اس کے لیے مرتبے ہیں اس کے لیے جیتے ہیں، اہل دنیا سے تو اسی طرح صلح ہو سکتی ہے کہ ان کی ذاتی اشیاء سے گریز کیا جائے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے از هدفی الدنیا یحبک اللہ و از هد فیما عن دنیا یحبک الناس (رواہ الترمذی و ابن ماجہ) (کہ تو دنیا سے بے رغبت ہو جا اللہ تجوہ سے محبت کرے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبت ہو جا لوگ تجوہ سے محبت کریں گے) اگر اس پر عمل نہ کیا تو وہی ہو گا جو ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فَإِنْ تَجْتَنِبْهَا كَنْتَ سَلِيمًا لَا هُلْمًا

وَإِنْ تَجْتَنِبْهَا نَازِعْتَكَ كَلَابًا

ترجمہ: ”سو اگر تو دنیا سے پرہیز کرے گا تو دنیا والوں سے تیری صلح رہے گی اور اگر تو اس کو اپنی طرف کھینچ گا تو دنیا کے کتنے تجوہ سے جھگڑا کریں گے۔“

بہت سے ملکوں سے مسلمان نکالے گئے جن کو نکالا گیا ہے یہ خود دنیی زندگی پر نہیں آتے۔ لامحالہ

مقامی لوگ بھی ان سے محبت نہیں کرتے۔ جیسے ہر عمل میں اخلاص یعنی اللہ کی رضا کی نیت شرط ہے اسی طرح بہجت میں بھی اخلاص ضروری ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔ سو جس شخص کی بہجت اس کی نیت میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو گی تو ثواب کے اعتبار سے بھی اس کی نیت اللہ اور اس کے رسول کی طرف مانی جائے گی اور جس کی بہجت کسی دنیا کے حاصل ہونے کے لیے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے کی ہو تو جزا کے اعتبار سے بھی اس کی نیت اسی کے لیے مانی جائے گی جس کے لیے اس نے بہجت کی۔ یہ حدیث بہت مشہور ہے اور حدیث کی تقریباً سمجھی کتابوں میں ہے۔ ایک آدمی نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا اس عورت کو امام قیس کہتے تھے جب نکاح کا پیغام آیا تو اس نے اس مرد سے نکاح کرنے کے لیے بہجت کرنے کی شرط لگائی، وہ بہجت کر کے آگیا، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اسے مہاجر امام قیس کہا کرتے تھے۔ (کماذ کرہ مجشی البخاری ص ۲: ج ۱ عن الطبراني في الكبير بسانه دور جاله ثقات)



# جَامِعَةُ دَارُ التَّقْوَىٰ

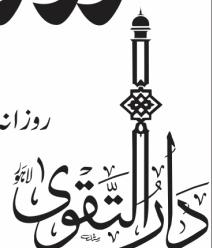
کی جانب سے واٹس ایپ (Whatsapp) پر



# روزانہ حدیث

کا سلسلہ جباری ہے  
آپ بھی اپنے واٹس ایپ پر روزانہ حدیث حاصل کر سکتے ہیں۔

روزانہ حدیث حاصل کرنے کے لیے اپنے واٹس ایپ سے  
TAQWA  
لکھ کر 03222333224 پر بھیجنیں۔



+92-3-222-333-224 [www.darultaqwa.org](http://www.darultaqwa.org) [Facebook](#) [Twitter](#) [YouTube](#) /jamiaadarultaqwa  
Mufti Online +92-300-4113082 [ifta4u@yahoo.com](mailto:ifta4u@yahoo.com)

## خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضي الله عنه

مولانا عبدالمنان معاویہ

تاریخ عالم نے ہزاروں جرnil پیدا کیے، لیکن دنیا جہاں کے فاتحین سیدنا عمر فاروق رضي الله عنه کے سامنے طفل مکتب لگتے ہیں اور دنیا کے اہل انصاف سیدنا عمر فاروق رضي الله عنه کی عدل پروری کو دیکھ کر جی کھول کر ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ: ”عمر رضي الله عنه مراد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔“ یعنی دیگر صحابہ کرام رضي الله عنہم مرضی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور عمر فاروق اعظم رضي الله عنه مراد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایک عالم نے کیا خوب کہا کہ: ”عمر رضي الله عنه پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عطاۓ خداوندی تھے۔“ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علمائے اسلام حکماء اسلام اور مستشرقین نے اپنے اپنے لفظوں میں بارگاہ فاروقی میں عقیدت کے پھول چھاول کیے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضي الله عنه کا شمار مکرمہ کے چند پڑھے لکھوں میں ہوتا تھا، لیکن وہ بھی اسی عرب معاشرے کا حصہ تھے، جہاں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل از نبوت صادق و امین کہا جاتا تھا اور بعد از اعلان نبوت نبود باللہ! ساحر، شاعر، کاہن، اور نجاست کیا کیا کہا گیا۔ اہل مکہ کے جبر و ستم بہت بڑھ چکے تھے، صحابہ کرام رضي الله عنہم سر رعام تبلیغ تو در کنار عبادت بھی نہیں کر سکتے تھے، چھپ کر دین اسلام کی تبلیغ و عبادت کی جاتی تھی۔ صحابہ کرام رضي الله عنہم کی تعداد اس وقت اُنتا لیس تھی۔ ایک رات بیت اللہ کے سامنے عبادت کرتے ہوئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار سے عجیب دعا کی، مانگی بھی تو عجب شے مانگی۔ کسی کے وہم و مگان میں نہیں تھا کہ دعا میں یہ بھی مانگا جاتا ہے، اسلام کی بڑھوتری کی دعا کی جاتی، اہل مکہ کے ایمان لانے کی دعا

کی جاتی، دنیا میں اسلام کی اشاعت کی دعا کی جاتی یا اہل مکہ کے ظلم و ستم کی بندش کے لیے ہاتھ اٹھائے جاتے، لیکن میرے عظیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ: ”اے اللہ! عمر و ابن ہشام اور عمر بن خطاب میں سے کسی کو اسلام کی عزت کا ذریعہ بنا۔“، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کرمہ میں دلوگوں کو نامزد کیا اور فیصلہ خدا میں علام الغیوب پر چھوڑ دیا کہ اللہ! ان دونوں میں سے جو تجھے پسند ہو وہ دے دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور اسباب کی دنیا میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب یہ بنا کہ ایک روز تبغ برہنہ لیے جا رہے تھے، راستہ میں بنو زہرہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص ملا، جس نے پوچھا کہ عمر! خیریت! کہاں کا ارادہ ہے؟ کہنے لگے: محمد کو قتل کرنے جا رہا ہوں، اس نے نئے دین کا اعلان کر کے مکہ والوں میں تفریق کر دی ہے، کیوں نہ اس قصہ کو ہی ختم کر دوں۔

بنو زہرہ سے تعلق رکھنے والے شخص نے کہا کہ: عمر! اگر تم نے ایسا کیا تو کیا ”بنو ہاشم و بنو زہرہ“، تم سے انتقام نہیں لیں گے؟ کہنے لگے: لگتا ہے کہ تم بھی اس نئے دین میں شامل ہو چکے ہو، انہوں نے کہا کہ پھر پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو، تمہاری بہن و بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔ جلال میں نکلنے والا عمر سیدھا بہن کے گھر پہنچتا ہے، یہاں سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ ان کے بہنوئی و بہن کو سورہ طہ پڑھا رہے تھے، باہر سے آواز سنی اور دروازہ پر دستک دی، اندر سے پوچھا گیا کون؟ عمر! نام سنتے ہی سیدنا خباب رضی اللہ عنہ چھپ گئے، عمر رضی اللہ عنہ نے آتے ہی پوچھا: تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے بات ثالثے ہوئے کہا کہ: ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے، کہنے لگے: میں نے سنا ہے تم نئے دین میں شامل ہو گئے ہو؟ بہنوئی نے کہا کہ: عمر رضی اللہ عنہ! وہ دین تیرے دین سے بہتر ہے، تو جس دین پر ہے یہ گمراہ راستہ ہے، بس سنا تھا کہ بہنوئی کو دے مارا ز میں پر، بہن چھڑانے آئی تو اتنی زور سے اس کے چہرے پر مٹانچہ رسید کیا کہ ان کے چہرے سے خون نکل آیا، بہن کے چہرے پر خون دیکھ کر غصہ ٹھنڈا ہوا اور بہنوئی کو چھوڑ کر الگ ہو بیٹھے اور کہنے لگے کہ: اچھا! لا وہ، دکھاؤ، تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟ بہن نے کہا کہ: تم ابھی اس کلام کے آداب سے ناواقف ہو، اس کلام مقدس کے آداب ہیں، پہلے تم وضو کرو، پھر دکھاؤں گی، انہوں نے وضو کیا اور سورہ طہ پڑھنی شروع کی، یہ پڑھتے جا رہے تھے اور کلامِ الہی کی تاثیر قلب کو متاثر کیے جا رہے تھی۔

خباب بن ارت رضي الله عنه میں منظر دیکھ کر باہر نکل آئے اور کہنے لگے: عمر! کل رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی تھی کہ: "اللَّهُمَّ أَعْزِ الْإِسْلَامَ بِأَحَدِ الرِّجْلَيْنِ إِمَّا بْنَ هَشَامٍ وَإِمَّا عَمَرَ بْنَ الْخَطَابِ" اور ایک دوسری روایت میں الفاظ کچھ اس طرح سے ہیں کہ: "اللَّهُمَّ أَيْدِي إِلَّا سَلَامَ بِأَبِي الْحَكَمِ بْنِ هَشَامٍ وَبِعَمَرِ بْنِ الْخَطَابِ" اے اللہ! عمر و بن هشام یا عمر بن خطاب میں سے کسی کو اسلام کی عزت کا ذریعہ بناء، یا ان میں سے کسی ایک کے ذریعہ اسلام کی تائید فرمائے۔ اے عمر رضي الله عنه! میرے دل نے گواہی دی تھی کہ یہ دعا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن خطاب رضي الله عنه کے حق میں پوری ہو گی۔ اسی طرح کی ایک روایت سیدنا سعید بن مسیب رضي الله عنه سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: "کان رسول الله صلی الله علیہ وسلم إذا رأى عمر بن الخطاب أو أبي جهل بن هشام قال: اللَّهُمَّ اشِدْ دِينَكَ بِأَحْجَمِهِ إِلَيْكَ" یعنی جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن خطاب یا ابو جہل کو دیکھتے تو رب العزت کے حضور دستِ دعا دراز کرتے ہوئے فرماتے: اے اللہ! ان دونوں میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، اس سے اپنے دین کو قوت عطا فرماء۔ (طبقات ابن سعد) سیدنا خباب بن ارت رضي الله عنه سے سیدنا عمر رضي الله عنه کہنے لگے کہ: اچھا! تو مجھے بتاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں، انہوں نے بتایا کہ: صفا پہاڑی پر واقع اقمر رضي الله عنه کے مکان میں قیام پذیریں۔ سیدنا عمر رضي الله عنه چل پڑے، درے پر مقیم صحابہ کرام رضي الله عنه نے جب دیکھا کہ عمر آرہا ہے اور ہاتھ میں ننگی توارے ہے، تو گھبرائے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا، وہیں اسد اللہ رسولہ سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضي الله عنه بھی تھے، وہ فرمانے لگے: آنے دو، اگر ارادہ نیک ہے تو خیر ہے اور اگر ارادہ صحیح نہیں تو میں اس کی توارے سے اس کا کام تمام کر دوں گا۔

جب سیدنا عمر رضي الله عنه وہاں پہنچے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولی وحی جاری تھا، چند لمحوں بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضي الله عنه سے فرمایا: "اے عمر! تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اسلام قبول کرو؟!"، بس یہ سنتا تھا کہ فوراً کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضي الله عنه کے اسلام لانے کی خوشی میں اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ صحمن کعبہ میں بیٹھے ہوئے کفار و مشرکین نے بھی سنا اور اس نعرے کی آواز سے وادی مکہ گونج اُٹھی۔ پھر نبی رَوْفَ وَرَحِيمَ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضي الله عنه کے سینہ مبارک پر دستِ اقدس رکھا اور دعا فرمائی: اللَّهُمَّ اخْرُجْ مَا فِي

صَدِّرِهِ مَنْ غَلِّ وَأَيْدُلَهُ إِيمَانًا، --- "يَا اللَّهُ! اس کے سینے میں جو کچھ میل کچیل ہو وہ دور کر دے اور اس کے بدے ایمان سے اس کا سینہ بھردے۔" (متدرک للحاکم) قبول اسلام کے وقت بعض مؤمنین کے نزدیک آپ کی عمر تیس سال تھی اور بعض کہتے ہیں کہ عمر چھیس سال تھی۔ مصر کے ایک بہت بڑے عالم مفسر قرآن جناب علامہ طبطنا وی نے عجیب جملہ کہا ہے کہ: "حقیقت یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ اسی گھٹری پیدا ہوئے اور یہیں سے ان کی تاریخی زندگی کا آغاز ہوا،"

مفسر قرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: 'قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَاء أَسْلَمَ أَتَانِي جَبْرائِيلُ، فَقَالَ: اسْتَبِشْرْ أَهْلَ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عَمِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،' یعنی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جب ریل ملک علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ: آسمان والے عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام پر خوشیاں منا رہے ہیں۔" (متدرک للحاکم و طبقات ابن سعد) چند ہی لمحوں بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اے اللہ کے بنی! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات میں جواب دیا، تو فرمائے گئے کہ: پھر چھپ کر عبادت کیوں کریں؟ چلے خانہ کعبہ میں چل کر عبادت کرتے ہیں، میں قربان جاؤں اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ انہوں نے ایسے ہی عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں مانگا تھا، بلکہ دورس نگاہ نبوت دیکھ رہی تھی کہ اسلام کو عزت و شوکت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے سے ہی نصیب ہوگی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دو صفوں میں تقسیم کیا: ایک صف کے آگے اسد اللہ رسولہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ چل رہے تھے اور دوسری صف کے آگے مراد رسول، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عطاۓ خداوندی یعنی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ چل رہے تھے۔ مسلمان جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو کفار مکہ نے دیکھا، نظر پڑی حمزہ رضی اللہ عنہ پر اور عمر رضی اللہ عنہ پر تو بڑے غمگین ہوئے، لیکن کس میں جرأت تھی کہ کوئی بولتا؟! اس دن سے مسلمانوں کے لیے تبلیغ دین میں آسانی پیدا ہوئی اور یہی وہ دن تھا جب اللہ کے بنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: "إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عَمِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقَلْبِهِ وَهُوَ الْفَارُوقُ فَرِيقُ اللَّهِ بَهِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ۔" --- "اللہ تعالیٰ نے سچ کو عمر کے قلب و لسان پر جاری کر دیا اور وہ فاروق ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ حق و باطل میں فرق کر دیا ہے۔" (طبقات ابن سعد) جناب سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: 'وَاللَّهِ مَا أَسْتَطَعْنَا أَنْ نَصْلِي عَنْدَ الْكَعْبَةِ ظَاهِرِينَ

حتیٰ اسلام عمر رضی اللہ عنہ قسم! ہم کعبہ کے پاس کھلے بندوں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ (مدرسہ لیحاء کم) اسی طرح حضرت صحیب بن سنان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو اسلام کو غلبہ نصیب ہوا، اور ہم کھلے بندوں اسلام کی دعوت دینے لگے اور ہم حلقہ بنانا کر بیت اللہ میں بیٹھتے تھے، ہم بیت اللہ کا طواف کرنے لگے اور اب ہم پر اگر کوئی زیادتی کرتا تو ہم اس سے بدل لیتے تھے۔

کچھ اسی قسم کے تاثرات فقیہ الامت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: ”عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا ہماری کھلی فتح تھی، اور عمر رضی اللہ عنہ کا ہجرت کرنا ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرتِ خاص تھی، اور آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت تو ہمارے لیے سراپا رحمت تھی، میں نے وہ دن بھی دیکھے ہیں جب ہم بیت اللہ کے قریب بھی نماز ادا نہیں کر سکتے تھے، لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو آپ نے کفار سے مقابلہ کیا، یہاں تک کہ وہ ہمیں نماز پڑھنے دینے لگے۔ (طبقات ابن سعد) سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شانِ رفیعہ میں چند فرامین رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتا ہوں۔

۱:- بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ”اے ابن خطاب! اس ذات پاک کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، جس راستے پاپ کو چلتا ہوا شیطان پالیتا ہے وہ اس راستے سے ہٹ جاتا ہے، وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے۔“ (صحیح بخاری)

۲:- صحیح بخاری میں روایت ہے کہ: ”حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے حالتِ خواب میں دودھ پیا، یہاں تک کہ میں اس سے سیر ہو گیا اور اس کی سیرابی کے آثار میرے ناخنوں میں نمایاں ہونے لگے، پھر میں نے وہ دودھ عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا، اصحاب رسول رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”علم“۔

۳:- اسی طرح امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ایک اور روایت بھی اپنی صحیح میں درج کی ہے کہ: ”سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنائے کہ: میں نیند میں تھا، میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ میرے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں اور انہوں نے قصیصیں پہنی ہوئی ہیں، کسی کی

تمیص سینے تک اور کسی کی اس سے نیچے تک، اور پھر عمرؓ کو پیش کیا گیا، انہوں نے ایسی لمبی و کھلی قمیص پہنی ہوئی تھی کہ وہ زمین پر گھستنی جا رہی تھی، اصحاب رسول ﷺ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”دین“۔

۲:- اسی طرح بڑی ہی مشہور و معروف حدیث نبوی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا“، یعنی اگر سلسلہ نبوت جاری رہتا تو سیدنا حضرت عمر بن الخطابؓ بھی منصب نبوت سے سرفراز کیے جاتے۔

۳:- ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ: ”رسول مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم سے پہلے جو اُمّم گزری ہیں ان میں محدث ہوا کرتے تھے اور میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر بن الخطاب ہے۔“ اسی حدیث مبارکہ میں لفظ ”محدث“ کی تشریح میں صاحب فتح الباری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ: **الْمُحَدَّثُ الْبِلَهُمْ وَهُوَ مِنْ أَلْقَى فِي رُوعَهٖ شَيْءًا مِنْ قَبْلِ الْمَلَائِكَةِ وَمِنْ بَعْدِهِمْ** کیا جائے، ملائے اعلیٰ سے اس کے دل میں القاء کیا جائے اور بغیر کسی ارادہ و قصد کے جس کی زبان پر حق جاری کر دیا جائے۔ یعنی اس کی زبان سے حق بات ہی نکلے۔

۴:- ایک بار سیدنا عمر بن الخطابؓ شفیع اعظم نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عمرہ کی اجازت طلب کی تو نبی مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یا آخی! اشر کنافی صالح دعاء ک ولا تنسنا“۔ ”اے میرے بھائی! اپنی نیک دعاؤں میں ہمیں بھی شریک کرنا اور بھول نہ جانا۔“ ۷:- سلسلہ احادیث سے آخری حدیث پیش کرتا ہوں کہ یہ سلسلہ بہت دراز ہے اور دامن صفات میں جگہ کم، بخاری شریف میں سیدنا انس بن مالکؓ سے مردی حدیث ہے کہ: ”ایک دفعہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے پہاڑ پر تشریف لے گئے، ہمراہ ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر بن الخطابؓ اور عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے، اُحد کا پہاڑ لرزنے لگا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم مبارک اُحد پر مارتے ہوئے فرمایا: ”اے اُحد! ٹھہر جا، تجھ پر اس وقت نبی، صدقیق اور شہید کے علاوہ اور کوئی نہیں۔“ اس کے بعد سیدنا عمر بن الخطابؓ دعا فرمایا کرتے تھے کہ: ”**اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي**

سبیلک و موتافی بدل حبیبک۔۔۔ ”اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت کی موت دینا اور موت آئے تو تیرے صہیب ﷺ کے شہر میں آئے۔“ آخری ایام حیات میں آپ ﷺ نے خواب دیکھا کہ ایک سرخ مرغ نے آپ ﷺ کے شکم مبارک میں تین چونچیں ماریں، آپ ﷺ نے یہ خواب لوگوں سے بیان کیا اور فرمایا کہ میری موت کا وقت قریب ہے۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ ایک روز اپنے معمول کے مطابق بہت سویرے نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے، اس وقت ایک درہ آپ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور سونے والے کو اپنے درہ سے جگاتے تھے، مسجد میں پہنچ کر نمازوں کی صفائی درست کرنے کا حکم دیتے، اس کے بعد نماز شروع فرماتے اور نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے۔ اس روز بھی آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا، نماز ویسے ہی آپ ﷺ نے شروع کی تھی، صرف تکبیر تحریم کہنے پائے تھے کہ ایک مجوہ کافر ابوالولو (فیروز) جو حضرت مغیرہ ﷺ کا غلام تھا، ایک زہر آلو نجھر لیے ہوئے مسجد کی محراب میں چھپا ہوا بیٹھا تھا، اس نے آپ ﷺ کے شکم مبارک میں تین زخم کاری اس نجھر سے لگائے، آپ ﷺ بے ہوش ہو کر گئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف ﷺ نے آگے بڑھ کر بجائے آپ ﷺ کی امامت کے مختصر نماز پڑھ کر سلام پھیرا، ابوالولو نے چاہا کہ کسی طرح مسجد سے باہر نکل کر بھاگ جائے، مگر نمازوں کی صفائی مثل دیوار کے حائل تھیں، اس سے نکل جانا آسان نہ تھا، اس نے اور صحابیوں ﷺ کو بھی زخمی کرنا شروع کر دیا، تیرہ صحابی زخمی، جن میں سے سات جا بردہ ہو سکے، اتنے میں نماز ختم ہو گئی اور ابوالولو کپڑا لیا گیا، جب اس نے دیکھا کہ میں گرفتار ہو گیا تو اسی نجھر سے اس نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا۔ (خلفائے راشدین ﷺ، ازلکھنوی ﷺ) بالآخر آپ کی دعائے شہادت کو حق تعالیٰ نے قبول فرمایا اور دیارِ حبیب ﷺ میں بلکہ مصلائے رسول ﷺ پر آپ کو ۲۷ ذوالحجہ بروز چہارشنبہ (بدھ) زخمی کیا گیا اور کیمِ محرم بروز یک شنبہ (توار) آپ ﷺ نے شہادت پائی۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک تریسی برس تھی، حضرت صہیب ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خاص روضہ نبوی ﷺ میں حضرت ابو بکر صدیق ﷺ کے پہلو میں آپ ﷺ کی قبر بنائی گئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و آرضاہ۔



## آپس میں مہربان

مولانا محمد منصور احمد

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دو ایمانی صفات بہت محبوب ہیں اور جو شخص ان صفات کو اپنالیتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ ان صفات کیلئے مختلف مقامات پر مختلف الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں۔

کہیں ان دو ایمانی صفات کو ”الْحُبُّ لِلَّهِ وَالْبُغْضُ لِلَّهِ“ (اللہ تعالیٰ کیلئے محبت اور اللہ تعالیٰ کیلئے بغض) کہا گیا ہے۔ کہیں ان صفات کو ”اذْلَةُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اعْزَةُ عَلَى الْكَافِرِينَ“ (زمدل ہیں مسلمانوں پر، زبردست ہیں کافروں پر) سے تعبیر کیا گیا۔

کہیں ان دونوں صفات کو ”اَشْدَاءُ عَلَى الْكُفَّارِ حَمَاءُ بَيْنَهُمْ“ (کافروں پر سخت، آپس میں مہربان) کا عنوان دیا گیا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت ﷺ عظام جہاں دیگر ایمانی صفات سے مالا مال تھے، وہیں ان دونوں صفات کا بھی اعلیٰ درجہ حاصل تھا۔ تاریخ اسلام کی یہ عظیم ہستیاں جیسے کفار کے مقابلے میں سیسیہ پلاٹی ہوئی دیوار تھے، ویسے ہی یہ لوگ باہم شیر و شکر اور مہربان تھے محروم الحرام کا مہینہ آتے ہی بد قدمتی سے ہمارے ہاں ایک ناخوشگوار بحث رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جاں ثاروں کے بارے میں پھیٹر دی جاتی ہے اور بہت سے لوگ ان عظیم المرتبت ہستیوں کے بارے میں دلوں میں



بعض و عناد رکھ کر دولتِ ایمان سے محروم ہو جاتے ہیں۔

صحابہ کرام ﷺ ہوں یا اہل بیت عظام ﷺ یہ دونوں قابلِ احترام طبقات ہمارے ایمان کا حصہ، ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمارے دلوں کا سرو ہیں۔ یہ صرف تاریخی شخصیات نہیں کہ تاریخ کی کتابوں میں ان کے بارے میں جو رطب و یابس اور صحیح و غلط آیا ہے، ہم اُسے آنکھیں بند کر کے قبول کر لیں۔ یہ تو وہ ہستیاں ہیں کہ جن کی منقبت اور تعریف خود ربِ ذوالجلال نے قرآن مجید میں اور رسول ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ میں بیان فرمائی ہے۔

یہ ممکن نہیں کہ کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول ﷺ کی محبت ہو اور پھر وہاں صاحبہ کرام ﷺ یا اہل بیت عظام ﷺ کا بعض بھی ساتھ جمع ہو جائے۔ ذرا یکھیں تو ہی اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ﷺ کو ان الفاظ سے اپنی امت کو ان دونوں طبقات کی عظمت اور احترام کی تلقین فرمار ہے ہیں۔

صحابہ کرام ﷺ کے بارے میں پیارے آقا صالیح اللہ علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے: اللہ اللہ فی اصحابی لَا تتخذو هم مِنْ بَعْدِی غَرْضًا، فَمَنْ أَحْبَهُمْ فَبِحُبِّي أَحْبَهُمْ وَ مَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبغضِي  
ابغضهم (الترمذی)

(لوگو! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں اپنی تنقید اور ملامت کا نشانہ نہ بنا لینا۔ جس نے میرے صحابہ سے محبت کی اُس نے میری محبت کی وجہ سے انہیں چاہا اور جس نے میرے صحابہ سے بعض رکھا تو اُس نے میرے بعض کی وجہ سے ہتھی اُن سے بعض رکھا)

اہل بیت عظام ﷺ کے بارے میں پیارے آقا صالیح اللہ علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ کے آخر میں دو مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا: اذ کر کم اللہ تعالیٰ فی اہل بیتی، اذ کر کم اللہ تعالیٰ فی اہل بیتی (مسلم)  
(لوگو! میں تمہیں اپنے اہل بیت ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ لوگو! میں تمہیں

اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں)

یعنی تم ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور کسی طرح بھی انہیں تکلیف نہ پہنچانا  
۔ اندازہ لگائیں کہ جن ہستیوں کے بارے میں رحمتِ دو عالم صالیح اللہ علیہ السلام اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے

رہے ہوں اور ان کے احترام و تعظیم کی تلقین کر رہے ہوں، کوئی شخص ان عظیم شخصیات کی برائیاں شروع کر دے، ان کے من گھڑت عیوب کو جمع کر کے ان کی تشویح کرے اور امت کو ان حضرات سے بدگمان کرنے کا بیڑا اٹھا لے تو اس کی بدقسمتی میں کیا شک و شبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم میں بھی باہمی طور پر بھی انتہائی محبت اور تعظیم کا تعلق تھا۔ یہ حضرات ایک دوسرے کے دوست، مددگار، رشتے دار، مشیر اور وزیر ہے۔

تاریخ کی کتابوں میں بھی ان کے جذباتِ اخوت اور باہمی یگانگت کے ایسے ٹھوس دلائل موجود ہیں کہ کوئی متعصب سے متعصب شخص بھی اُن کے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اسی اکرام و احترام کی بنیاد پر سیدنا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ، خلافت صدیقی اور خلافت فاروقی میں اہم ترین عہدوں پر فائز نظر آتے ہیں۔ اس زمانے کا کوئی اہم فیصلہ ایسا نہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ شریک نہ ہو۔ یہی باہمی جذباتِ محبت ہیں جن کی بناء پر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک میں حضرت محمد ﷺ کا خیال کرو“۔ (صحیح بخاری، فضائل اہل بیت)

یہ بھی اہل بیت کے احترام و اکرام کا ہی ایک اظہار ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور حکومت میں سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان کے ہم عمر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بجائے بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے برابر حصہ دیا کرتے تھے (سیر اعلام النبیاء)

ان حضرات کے آپس میں مثالی تعلقات کی بے شمار مثالیں تاریخ کی کتب میں پھیلی ہوئی ہیں۔ دیکھیں انسان اپنی اولاد کا نام، انہی شخصیات کے نام پر رکھتا ہے، جن سے وہ انتہائی محبت کرتا ہے اور دل سے انہیں چاہتا ہے۔

مسلمان صدیوں سے اپنے بچوں، بچیوں کے نام صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم نیز علماء، صلحاء کے ناموں کے مطابق رکھتے آئے ہیں لیکن کوئی گنہگار سے گنہگار مسلمان بھی ایسا نہیں ہو گا جو اپنی اولاد کا نام نمرود، فرعون، قارون یا مشرکین مکہ میں سے کسی کے نام پر رکھنا گوارہ کر لے۔

یہ تاریخ حقیقت ہے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کے نام سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ،

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ناموں پر رکھے۔ آپؐ کے صاحبزادے ابو بکر بن علی بن ابی طالب میدان کر بلا میں سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے۔ ان کی والدہ محترمہ کا نام لیلی بنت مسعود نہ شدیہ تھا۔ آپؐ کے ایک اور صاحبزادے عمر بن علی بن ابی طالب ہیں، جن کی والدہ محترمہ ام حبیب الصہباء تغلبیہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ایک اور صاحبزادے عثمان بن علی بن ابی طالب ہیں۔ یہ بھی شہداء کر بلا میں شامل ہیں۔ ان کی والدہ ام لیلین بنت حزام الکلبیہ ہیں۔

پھر نام رکھنے کا یہ سلسلہ صرف حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ تک محدود نہیں بلکہ بعد میں یہی طرزِ عمل سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت کا رہا ہے جس سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوتی ہے کہ یہ حضرات اپنے دل میں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے انتہائی محبت و مودت اور اخلاق کے جذبات رکھتے تھے۔

چنانچہ آپ کو شہداء کر بلا کی فہرست میں ابو بکر بن حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ اور عمر بن حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کے اسماء گرامی بھی نظر آئیں گے۔ پھر باہمی تعلقات کا یہ مبارک سلسلہ صرف نام رکھنے تک محدود نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہ کے درمیان بے شمار رشتہ داریوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ان حضرات کی باہمی رشتہ داریاں اور پھر نسل درسل رشتہ داریوں کے سلسلے یہ بات ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں کہ یہ حضرات ”رحماء پیغمبر“ کی ایمانی صفت سے مالا مال تھے۔

آپ نے اگر ان باہمی تعلقاتِ محبت کی تفصیل پڑھنی ہو تو اردو زبان میں محقق کامل، حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”رحماء پیغمبر“، ایک بے مثال کتاب ہے۔

اس کتاب کا عربی ترجمہ بھی اب بیروت سے شائع ہو چکا ہے۔ اسی طرح ایک عربی فاضل شیخ ابو معاذ احمد بن ابراہیم کی کتاب ”الاسماء والمصاهرات بین اہل البیت والصحابۃ“، بھی تحقیقی کاوش ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوبوں کی محبت نصیب فرمائے، ان کی شان میں ادنیٰ بے ادبی سے بھی ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)



## نواسہ رسول، جگر گوشہ بتوں

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

کے فضائل و مناقب

مولانا جمال خان رحمۃ اللہ علیہ

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے مبارک سفر کے تذکرے میں ایک قصہ ایک بستی کے ٹیموں کی دیوار کے متعلق بھی ہے، جس کو درست کرنے کی وجہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بیان کی کہ ”وَكَانَ أَبُوهُمَّا صَالِحًا“، کہ ان کے ماں باپ نیک تھے اور اس دیوار کے نیچے خزانہ تھا، اگر دیوار درست نہ کی جاتی تو وہ بستی کے ان لوگوں کے ہاتھ لگ جاتا جو مہمان نوازی کے نام سے بھی نا بلد اور آداب سے نا آشنا تھے۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مختصر مگر جامع تفسیر عثمانی میں نقل فرماتے ہیں کہ یہ ساتویں پشت تھی، جن کے آباء و اجداد کی نیکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خزانے کی حفاظت اور ان تک پہنچانے کے لیے حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعے انتظام کروایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے اس واقعہ کی حقیقت کو سانحہ خضر سے واضح کیا اور پھر اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل کر کے اس کی تفصیل کو بیان فرمایا، تا کہ محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب امت جان سکے کہ نیک اعمال اور پاکیزہ زندگی کی کتنی برکات ہوتی ہیں اور اس کے کتنے ثرات ہوتے ہیں کہ نسل بعد نسل بھی ان کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اس واقعہ سے جہاں بہت سے اسرار و حکم سمجھ میں آتے ہیں، جن کو مفسرین نے تفصیل کے ساتھ

تفسیر میں نقل کیا ہے، وہیں ایک ایمان افروز نکتہ بھی ایمان والوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے کہ اگر بنی اسرائیل کے اولیاء کی اولاد کو ان کے اعمال کی وجہ سے اتنا شرف حاصل ہو سکتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعے تکونی طور پر خزانے کی حفاظت کا کام لیا جائے تو امام الانبیاء، خاتم النبیین والمعصوم میں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبی صلی اللہ علیہ وسلم جو سب کے سردار ہیں، وجہ تخلیق کائنات ہیں، جن کا دامن اتنا پاک ہے کہ اگرچوڑا جائے تو فرشتے وضو کریں، ان کی اولاد جو ان کی لاڈلی بیٹی سیدۃ النساء الہل الجنتۃ حضرت فاطمة الزہراء علیہما السلام سے چلی، ان کا کیا مقام ہوگا؟! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بیٹیے اور چار بیٹیاں تھیں، سب سے چھوٹی مگر مرتبے میں اولاد میں سب سے بڑی حضرت فاطمة الزہراء علیہما السلام تھیں، ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق آپ علیہما السلام بعثت کے پہلے سال پیدا ہوئیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام فاطمہ رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نانیوں اور دادیوں میں فاطمہ نام کی کثرت پائی جاتی ہے، اسی نسبت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی رکھا، فاطمہ کا لفظ ”فاطم“ سے ہے، جس کا معنی ہے قطع کرنا، چھڑانا یعنی وہ دنیا سے الگ کر دی گئی تھیں، ان کی تخلیق آخرت کے لیے ہوئی، آپ کے دو لقب تھے: بتول اور زہراء بتول کا معنی جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے یکسو ہو جائے اور زہراء کا معنی ”وہ جن کا ظاہر و باطن محلی و مصنوعی ہو۔“ (سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تربیت نے آپ کو کمالات کی انتہا پر پہنچا دیا، آپ اخلاق و عادات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل شبیہ تھیں، آپ علیہما السلام کا نکاح ساڑھے پندرہ سال کی عمر میں حضرت علیہما السلام سے ہوا۔ مجنم طبرانی میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ علیہما السلام کا نکاح علیہما السلام سے کر دو۔“ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے سب روایتیں ہیں۔ وہ زرہ جو بدر میں حضرت علیہما السلام کو ملی تھی، مہر قرار پائی، عقد نکاح کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ زرہ حضرت علیہما السلام کو دی کہ پیچ کر لاؤ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ ۲۸۰ دراہم میں خریدی اور پھر قیمت دے کر زرہ بھی حضرت علیہما السلام کو ہدیہ کر دی اور بد لے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گھرانے کی دعائیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دامن میں سمیٹ لیں، نکاح کے موقع پر خلفاء ثلاثہ علیہما السلام اور دیگر کبار صحابہ کرام علیہما السلام موجود تھے۔ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے تھوڑے عرصے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جگہ مبارک کے قریب ہی ایک

مکان حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رہنے کے لیے ہدیہ کر دیا اور اس کے بد لے جنت میں مکان خرید لیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و حضرت علی رضی اللہ عنہ کو توین اڑکے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت محسن رضی اللہ عنہ اور دو اڑکیاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا عطا فرمائے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ۵ شعبان المظہم ۶۷ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش مبارکہ سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھی ام افضل رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے گوشت کا ایک ٹکڑا جدا ہو کر ان کی جھولی میں گرا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غم نہ کریں، خواب مبارک ہے، عنقریب میری بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹی کی پیدائش ہوگی، جس کی پروش آپ کے ذمہ ہوگی، چنانچہ اس خواب کے کچھ عرصہ بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور یوں جنت کے شہزادوں حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کی خوبصورت جوڑی مکمل ہوگئی، خبر ملتے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور برکت کے لیے اپنی زبان مبارک نومولود کے منہ میں ڈالی، دامنیں کان میں اداں اور بائیکیں کان میں اقامت کیں۔  
یہ خوش قسمت شہزادہ جس کے وجود میں سب سے پہلے مبارک لعاب پیچنی اور کانوں میں اعلیٰ و ارفع آواز گونجی، اس کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین رضی اللہ عنہ رکھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے نام کی مانند حسین و جمیل، شکل و صورت میں کائنات کے سب سے خوبصورت انسان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی آنکھ کا تارہ تھے۔ حسین کریمین رضی اللہ عنہم کے متعلق زبان نبوت سے کیا خوبصورت الفاظ ادا ہوئے: ”اللہ العالمین! جس طرح میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں، تو بھی ان سے محبت رکھ، اور جو ان دونوں کو محبوب رکھے، تو بھی اسے محبوب بنالے۔“ (جامع الترمذی)

اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا ایک آسان نسخہ ان شہزادوں سے قلبی محبت بھی ہے، کیونکہ یہ رسول مقبول علیہ السلام کی مقبول دعا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان شہزادوں سے بے حد محبت تھی، ایک بار حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سن کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”کیا تو نہیں جانتی اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے؟“ ایک دفعہ تو اس محبت کی حد ہو گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حسین“ مجھ سے ہے، میں حسین سے ہوں۔“ اسی طرح ایک جگہ ارشاد ہے: ”حسن و حسین تو جنت کے نوجوانوں کے سردار



کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے، اس کا فرض ہے کہ وہ ان سے بھی محبت رکھے اور ان کے درجات پہنچانے۔“ (سیرۃ الانفاس)

حضرت عثمان بن عیشہ سے محبت کا حق بھی حسن بن عیشہ و حسین بن عیشہ نے ادا کیا، باغیوں نے جب خلیفہ رسول کے گھر کا محاصرہ کیا تو دروازے پر پھرہ دیا، حضرت حسن بن عیشہ ایک تیر سے زخمی بھی ہوئے، پر باغیوں کو سامنے سے اندر نہ جانے دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس بن عیشہ، حضرت حسین بن عیشہ کے گھوڑے کی رکاب پکڑتے تھے، کسی نے کہا: آپ علم و عمل میں زیادہ اور بزرگ ہیں؟ کہا: میرے لیے تو یہ سعادت کی بات ہے۔ حضرت عبد اللہ بن زیر بن عیشہ تو حضرت حسین بن عیشہ کی خاطر لڑنے مرنے پر تیار ہو جاتے۔ سیدنا مالاں بن عیشہ نے صرف حسین کریمین بن عیشہ کی فرمائش پر ہی بعد از وصال نبوی اذان دی۔ اپنے والد حضرت علی بن عیشہ کے دورِ خلافت میں حکومتی معاملات میں ہاتھ بٹایا کرتے اور ان کے ساتھ جنگوں میں بھی حصہ لیتے، ان کے بعد اپنے چھیتے بھائی حضرت حسن بن عیشہ کے ساتھ بھی معاون رہے اور حضرت امیر معاویہ بن عیشہ کے دور میں بھی عنایات سے نوازے جاتے رہے۔

الغرض ہمیشہ سب کے منظورِ نظر ہے اور اپنے اختیارات کو استعمال کرتے رہے۔ ایک دفعہ حضرت معاویہ بن عیشہ کو کسی امیر سلطنت کی طرف سے بھیجا جانے والا سامان مدینے کے پاس سے گزرا تو حضرت حسین بن عیشہ نے دس اونٹوں سے سامان اُتروا کر پاس رکھ لیا اور پیغام بھجوایا کہ اپنا حق وصول کر لیا، البتہ کچھ باقی ہے۔ مال کے حاصل کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ جمع کرتے تھے، بلکہ مدینے کے سب سے زیادہ سخنی کا پوچھا جاتا تو لوگ آپ کا ہی نام لیتے، اللہ کی راہ میں اتنا خرچ کرتے کہ اکثر مقرض ہو جاتے۔ حسن سلوک ایسا کہ بے مثال! ایک دفعہ ایک خادمہ سے کچھ خطا ہو گئی تو اس نے ٹھبرا کر یہ آیت پڑھی کہ غصہ کو پینے والے اللہ کو پسند ہیں، آپ بن عیشہ نے فوراً معاف کر دیا، اس نے درگزرا اور حسن سلوک کا آگے ذکر کیا تو اُسے آزاد کر دیا۔ قیمتوں اور بیواؤں کا اتنا خیال رکھتے کہ بوقتِ شہادت آپ کی پشت مبارک پر بہت زیادہ نشان تھے، حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ: یہ اس سامان کو اٹھانے کے نشان ہیں جو آپ اپنی پشت پر لاد کر بیوہ، قیم بچوں اور فقراء و مسَاکین کو پہنچاتے تھے۔ عبادت گزار اتنے کہ بعض

اوقات سینکڑوں نوافل ادا کرتے، یہ اُس اذانِ محمدی کا اثر تھا جو پیدائش کے وقت آپ کے کانوں میں دی گئی۔ تلاوت قرآن مجید کا یہ حال کہ چلتے پھرتے زبان پر تلاوت جاری رہتی، یہ لسانِ نبوت چونے کی برکت تھی، اسی وجہ سے خوش الحان تھے۔ جو آپ کی تلاوت سنتا تو پھر ”هُلْ مَنْ مُزِيدٌ“ کی تمنا کرتا، عاشقانہ عبادتِ حج کا یہ عالم کہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک پیدل چل کے پینتیس حج کیے۔ سخاوت کا یہ حال تھا کہ اپنے توپنے دروازے سے دشمن بھی خالی نہیں گئے، قرض لے لیا، پر کسی سائل کو مايوں نہ کیا، نماز سے اتنی محبت کہ اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر نکلے اور اسی راستے میں سجدہ کی حالت میں میدان کر بلایا میں ۱۰ محرم ۶۱ھ کو ۷۵ برس کی عمر میں شہید کر دیئے گئے۔

ہمارا ایک الیہ ہے کہ ہم صرف دس محرم الحرام کو ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہیں، جبکہ چاہیے تو یہ کہ محراب و منبر ہو یا صاحافت کی دنیا، تسلسل کے ساتھ ان مقدس ہستیوں کا ذکر خیر ہونا چاہیے۔ شہادت کے ساتھ آپ کی روشن زندگی کے مثالی کارناٹوں کو بھی قوی حوالہ جات کے ساتھ بیان کیا جائے، تاکہ امت مسلمہ اپنے بڑوں کی زندگی سے بخوبی آگاہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو۔ جن کی وجہ سے دین ہم تک پہنچا۔ بہترین جزا سے نوازے اور کل ہمارا حشرُ ان کے قدموں میں فرمائے، آمین

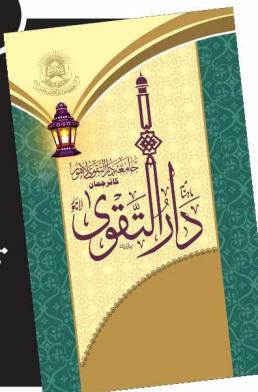
بشكرا یہ ماہ نامہ بینات



ہر ماہ با تاعدگی سے شائع ہونے والا

## ترتیبی، اصلاحی اور تبلیغی رسالہ

تاجبر حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات کی موثر تشهییر کے لئے ماہنامہ دارالتحقوقی کا انتخاب کریں





## نفع کی شرح کیا ہو

مفتی فضل احمد

شریعت نے نفع کی متعین شرح مقرر کرنے کے بجائے اسے مارکیٹ کے حالات اور گاہک کی

سمجھ پر چھوڑ دیا ہے، اسی کو طلب و رسدا کا اصول کہا جاتا ہے

.....اسلام نے مصنوعی طور پر قیمتیں کو بڑھنے سے روکنے کے لیے حکمت بھری رکاوٹیں کھڑی کی ہیں ایک سوال اکثر پوچھا جاتا ہے کہ اسلام میں جائز منافع کس کہتے ہیں؟ یا نفع کتنے فیصد تک رکھا جاسکتا ہے؟ اکثر پوچھنے والوں کے خیال میں زیادہ منافع.....جس کا تعین وہ خود بھی نہیں کر سکتے.....بہر حال حرام ہونا چاہیے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ زیادہ سے زیادہ نفع دس سے پندرہ فیصد ہو سکتا ہے، اس سے زیادہ لینا جائز نہیں۔

کچھ کا خیال ہے سارا سال نفع کی شرح ایک جیسی رہنمی چاہیے، زیادہ رکھنا جائز ہونا چاہیے۔ اس طرح کے مضطرب خیالات آئے دن سننے کو ملتے ہیں۔ جب وہ جواب میں پہلا جملہ سنتے ہیں کہ اسلام نے نفع کی کوئی متعین حد بندی نہیں کی ہے تو ان کے خام خیالات کو سخت تکلیف ہوتی ہے اور وہ ہمارا دوسرا جملہ صحیح طور پر سمجھ ہی نہیں پاتے کہ ہاں کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یا مصنوعی طلب پیدا کر کے یا رسدا میں مصنوعی کی ظاہر کرتے ہوئے قیمتیں کو بڑھا چڑھا کر وصول کرنا حرام ہے۔ آئیے! قیمتیں اور منافع کے بارے میں اسلام کے فلسفے کا بغور جائزہ لیتے ہیں۔



شریعت نے نفع کی متعین شرح مقرر کرنے کے بجائے اسے مارکیٹ کے حالات اور گاہک کی سمجھ پر چھوڑ دیا ہے، اسی کو طلب و رسید کا اصول کہا جاتا ہے اسلام نے نفع کی مقدار یا قیتوں کو متعین کرنے سے شعوری طور پر گریز کیا ہے۔

ایک مرتبہ صحابہ کرام ﷺ نے آپ ﷺ سے مہنگائی کی وجہ سے بازار کے نرخ مقرر کرنے کی درخواست فرمائی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ ہی مالی تگنگی اور وسعت پیدا کرتے ہیں اور وہی قیتوں کا تعین فرماتے ہیں۔“

یہاں یہ اصول واضح ہوا کہ اگر نارمل حالت ہو، مصنوعی طلب پیدا کی جا رہی ہونے مصنوعی قلت کا اظہار ہوتا قدرتی طوب پر جو مارکیٹ میں ریٹ طے ہو گا وہی سب سے عادلانہ نرخ ہو گا۔ یہاں پر یہ زمینی حقیقت بھی ملائیں کہ کوئی دکاندار زیادہ نرخ لگا تو سکتا ہے لیکن وہ زیادہ نرخ پر بیش اسی وقت پائے گا جب گاہک بھی اس کے لیے تیار ہو۔ نیز اس طرح کوئی دکاندار ایک دو گاہکوں کو دھوکا تو دے سکتا ہے لیکن مستقل اپنا کاروبار نہیں چلا سکتا، کیونکہ جیسے ہی گاہکوں میں یہ شہرت ہو گی کہ فلاں دکاندار گاہکوں کو بازار سے زیادہ نرخ بتاتا ہے تو وہ اس کے پاس جانے سے کترائیں گے، یوں اس دکاندار کے لیے بازار میں رہنا دشوار ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ عام طور پر نفع کی زیادہ شرح رکھ کر دکانداری جاری رکھنا بہت مشکل ہے، لہذا شریعت نے اس مسئلے میں نفع کی متعین شرح مقرر کرنے کے بجائے مارکیٹ کے حالات اور گاہک کی سمجھ پر چھوڑ دیا ہے۔

اسی کو طلب و رسید کا اصول بھی کہا جا سکتا ہے لیکن جبکہ مکمل مقابله کی فضایاں نہیں رہتی۔ شرعی ہدایات پر غور بر بات یہ ہے کہ وہ کون سی صورتی ہو سکتی ہیں جس میں مکمل مقابله کی فضایاں نہیں رہتی۔ شرعی ہدایات پر غور کریں تو خود احادیث نے اس قسم کی بہت سی صورتوں کو واضح کیا ہے، چنانچہ احادیث میں اجارہ داری (Monopoly) کی شدید ممانعت ہے۔

کبھی یہ اجارہ داری ایک کمپنی یا تاجر کی شکل میں ہوتی ہے، مثلاً: پورے ملک کی چینی کوئی ایک ادارہ یا خاندان فراہم کر رہا ہے۔ یا پورے ملک کا تیل ایک سرمایہ کاری نجی کمپنی فراہم کر رہی ہے۔ اب وہ

جب چاہیں رسد کا بھر ان ظاہر کریں اور قیمتیں بڑھادیں۔

اسی طرح کبھی دو تین کمپنیاں ہوتی ہیں لیکن آپس میں مفاہمت کر لیتی ہیں کہ ہم فلاں لیول سے قیمت نیچے نہیں لے جائیں گے۔ اب بظاہر تو یہ مقابلہ ہے لیکن حقیقت میں نوراکشی ہے۔ اسی طرح شریعت نے ذخیرہ اندوزی منع کی ہے جو رسد کی مصنوعی قلت ظاہر کرتی ہے اور اس سے قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ اسی طرح احادیث میں تعلقی بالجلب یا بعث الحاضر للبادی سے منع کیا گیا ہے۔

اول الذکر کا معنی ہے تجارتی قافلوں کے منڈی پہنچنے سے پہلے ہی سامان خرید لیا جائے۔ اور ثانی الذکر کا مفہوم ہے دیہاتی زمیندار کی فصل کو کوئی شہری بروکراپنے گوادام میں ذخیرہ کر کے آہستہ آہستہ فروخت کرے۔ ظاہر ہے یہ ایک معروف تجارتی نظم میں دخل اندازی ہے جس سے کوئی منفی سوچ کا حامل قیمتوں پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ ایسی تمام صورتیں جن میں قیمتیں رسد و طلب کے مصنوعی بھر ان پیدا کر کے بڑھائی جاتی ہیں، وہ ناجائز ہیں۔ اسی طرح کسی کی مجبوری سے ایسی قیمت پر مال خریدنا یا بچنا کہ بازار میں ایسی قیمت لگتی ہی نہ ہو تو یہ بھی گاہک کی رضامندی مشکوک ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔

آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جس طرح اسلام نے قیمتیں معین نہ کر کے حکمت سے کام لیا ہے، بالکل اسی طرح مصنوعی طور پر قیمتوں کو بڑھنے سے روکنے کے لیے بھی حکمت بھری رکاوٹیں کھڑی کی ہیں۔ اسلام کے قریب آ کر دیکھیے! ایک سمندر آپ کا منتظر ہے۔

بُشَّرَ يَهُ شَرِيعَةُ اَيْنَدُ بِزَنْسٍ



حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا جو میرے بعد ہوگا تو میری طرف وحی کی گئی کہ اے محمد ﷺ! تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسان کے تاروں کی مانند ہیں بعض بعض سے توی ہیں اور ہر ایک کے لئے نور ہے اپنے اختلاف میں وہ جس موقف پر ہیں ان میں سے کوئی کو اختیار کرے وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایہ میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں ان میں سے کس کی پیروی کرو گے ہدایت پاوے۔ (مشکوک)

## میں ہوں پاکستان

سفیان علی فاروقی

میری تاریخ 14 اگست 1947 سے بہت پہلے شروع ہو جاتی ہے بلکہ اگر میں یہ کہوں تو بے جانہ ہو گا کہ جب بر صغیر میں پہلے شخص نے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پڑھا اس وقت سے میری تاریخ شروع ہو جاتی ہے اور پھر میری تاریخ کبھی مجدد الف ثانی شیخ احمد سہنی دینِ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ علیہ کے اخلاص کی صورت میں نظر آئی پھر علی ہجویری دینِ اللہ علیہ اور مظہر علی جان جاناں دینِ اللہ علیہ کے فیضان نظر سے ہوتی ہوئی نواب سراج الدولہ دینِ اللہ علیہ، سلطان ٹیپو شہید دینِ اللہ علیہ کے والوں سے نکھرتی رہی اور پھر شاہ اسماعیل شہید دینِ اللہ علیہ و سید احمد شہید دینِ اللہ علیہ کی جرات و بہادری میں اپنا عکس بکھیرتی رہی اور پھر 1857 کی جنگ آزادی میں مختلف محاذوں کے شہداء کے خون سے رنگیں ہوتی رہی پھر دلی سے لے کر پشاور تک ہر درخت پر لٹکے علماء کرام کی روشن جیسوں میں چمکتی رہی اور پھر شاملہ کے محاذ میں حافظ ضامن شہید دینِ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کے خون سے ہوتی ہوئی 14 اگست 1947 تک پہنچی۔

اور ہاں میں وہ بات آپ سب کو بتانا چاہتا ہو جو کہ تقریباً تمام پاکستانی فراموش کر چکے ہیں یعنی تقسیم کے وقت تمہارے آباؤ اجداد کے ساتھ ہونے والے انسانیت سوز مظالم ۔۔۔ مجھے بتاؤ کیا میری نام لیوا معمصہ بیٹیوں کی عصمت دری نہیں کی گئی؟ ماں کی گود سے شیر خوار بچوں کو چھین کر نیزوں کی انیوں میں نہیں پرویا گیا؟ میرے کڑیل جوان سپوتوں کی لاشیں بے گور کفن نہیں پڑی رہیں؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بالا دستی، استحکام اور مسلم قومیت کے تحفظ کے لئے لوگوں کے گھر اور آنکن اجڑ گئے، بیٹیوں کے سہاگ اجڑ گئے،

لاکھوں آنکھوں سے زندگی کی رونق چھین کر بے نور کر دیا گیا، جگر کے ٹکڑے ایسے بچھڑے کہ زندگی بھر ماؤں کی نگاہیں گھر کی دلیز سے خالی لوٹتی رہیں، تنکا تنکا جوڑ کر بنائے گئے آشیانے سکلوں کا ڈھیر بنادیئے گئے، کون سا ستم تھا جو روانہ رکھا گیا؟ کون سا جر تھا جو آزمایا نہ گیا؟ کون سا استبداد تھا جو نبیر آزمانہ ہوا؟ زمین کے خداوں نے خدائے وحدہ لاشریک کے نام لیواوں پر وہ قہر توڑے کے ججاج، ہلاکو، چنگیز اور فراعنة مصر کی رو جیں بھی ترپ اٹھیں مگر..... مگر یہ کیا کہ میرے لئے قربانی دینے والوں کے پایہ استقلال میں لغزش تک نہیں آئی۔

مگر کیوں؟ ایسا کون سا خواب اور سپنا تھا؟ جس کی خاطر تمہارے آباو اجداد خون کے دریا عبور کر گئے (اور اسی خون سے تو میری بنیادیں رکھی گئیں) وہ خواب اور سہانا سپنا یہ تھا کہ ”مسلمان“، اپنی آزادی ملکت میں آزادی کے ساتھ اسلامی اقدار و اخلاق کی پاسداری کر سکیں، بر صیر کی ایک مملکت میں فاروقی بَنِ اللّٰهِ عَبْدٌ عہد کی داستانیں رقم ہوں، شوق ابوذر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وجذبہ بلاعی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کی عطریزی سے فضا عکیں مہک اٹھیں، پڑوسیوں کے حقوق کی پاسداری سے قرون اولیٰ کی یادیں تازہ ہوں، اسلامی تہذیب و ثقافت جیسی نعمت عظمی سے آنی والی نسلوں کا مستقبل روشن اور تابناک ہو میرے بانی و محسن قائد اعظم محمد علی جناح کی ہر تقریر میں یہی باتیں اور یہی جذبے آپ کو موجز نظر آئیں گے۔

مگر افسوس صد افسوس! کہ بعد میں آنے والوں نے اپنے قائد اعظم کی ہربات کو اور اپنے بڑوں کی ہر قربانی کو طاق نسیاں میں رکھ کر فراموش کر دیا اور 7 دھائیوں سے زائد کا عرصہ گزر گیا لیکن آج بھی میرے درود یوار اسلامی اقدار کی ٹھنڈی ہواوں کو ترس رہے ہیں، آج بھی بیان انصاف بکتا اور تعلیم فروخت ہوتی ہے، آج بھی لاکھوں پاکستانی پینے کے صاف پانی سے محروم ہیں، ہزاروں لوگوں کو چھٹ میسر نہیں، لاکھوں معصوم بچے سحت کی بنیادی سہبوتوں سے محروم ہیں، کرپشن سے اعلیٰ سرکاری افسران، بیورو کریمیں، صدر وزیر اعظم سے لے کر کلرک اور چپڑاہی تک آ لودہ ہیں۔

لال مسجد، سانحہ تعلیم القرآن، آرمی پبلک سکول پشاور، سانحہ واہگہ بارڈر، کراچی فیکٹری سانحہ اور سانحہ قصور، سانحہ ساہیوال، جیسے واقعات سے میرا بدن اہولہمان ہے، میڈیا میں آزادی کے نام پر جو نخش کلچر فروغ دیا جا رہا ہے جس پر میرا سرثرم سے جھکا جا رہا ہے۔

کیا مجھے اس لئے بنایا گیا تھا؟ کہ چند خاندان نسل درسل عوام پر حکمرانی کریں، چند لوگ اپنی غیر ملکی تجوریاں عوام کے خون پسینے کی کمائی سے بھرتے رہیں اور عوام غریب سے غریب تر ہوتے چلے جائیں، کیا لوگوں نے میرے لئے اپنی جانوں، عزتوں، عصموں کا نذر ادا کر دیا تھا کہ سودی نظام کے ذریعے معاشری استحکام صرف چند خاندانوں کی رکھیل بن جائے اور عوام بھوک و افلاس سے اپنے بچوں کو فروخت کرنے لگیں یا خود کشیاں کرنے لگیں۔

اسلام کے نام پر بننے والی مملکت میں اسلام ہی مظلوم کیوں؟ (کیا اسلام کے نام کے علاوہ اس مملکت میں کوئی اور اکائی کا ذریعہ اور بنیاد ہے؟)۔

14 آگست کی خوشیاں منانے والو! میں تم لوگوں سے مخاطب ہوں خدارا، خدارا، خدارا! میری باتوں پر دھیان دو، میری آہ و فغاں سنوا گرتم چاہتے ہو کہ میرا نام تمہاری پیچان بتا رہے!

اگر تمہاری خواہش ہے کہ میرا نام سنتے ہی تمہارا سر فخر سے بلند ہو، اگر تمہارا ارمان ہے کہ تمہاری آنے والی نسلوں کا مستقبل محفوظ، روشن اور تابنا ک ہو تو آج کے دن عہد کرو کہ بحیثیت مسلمان اور پاکستانی ہونے کے تمہارے جو فرائض ہیں وہ چاہے انفرادی ہوں یا اجتماعی ان سے کبھی غفلت نہیں بر تو گے، ظلم ہوتے ہوئے دیکھ کر کبھی مجرمانہ خاموشی اختیار نہیں کرو گے، برادری ازم، بلیک میلنگ یا لائچ پر نہیں بلکہ ووٹ صرف اور صرف پاکستانیت پر دو گے، مذہبی منافرت، صوبائی، علاقائی، نسلی اور لسانیت کے تھبب سے مجھے پاک کرو گے۔

اے نسل نو! یقین کرو اگر تم عزم و استقلال کے ساتھ ان باتوں پر عمل کرو گے تو تمہارا کھویا ہوا وقار بھی ملے گا اور تمہاری نسلوں کا مستقبل بھی مضبوط و محفوظ ہو گا اور پوری دنیا کے سامنے تم فخر کے ساتھ کھڑے ہو سکو گے۔



## سوشل میڈیا، فتنہ الحاد، اور ہماری نئی نسل

### مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ

ایک مسلمان کیلئے اولاد صرف ایک دنیوی نعمت ہی نہیں بلکہ آخرت کا سرمایہ اور بہترین صدقہ جاریہ ہے۔ باشرطیکہ کہ وہ صاحب ایمان ہو۔ سوشل میڈیا کے اس دور میں ایمان کے ڈاکوس طرح خاموشی سے ہماری آئندہ نسلوں کو الحاد یا Atheism (خدا کے وجود سے انکار) کی طرف دھکیل رہے ہیں، اس کی تفصیل اس تحریر میں پیش کی جائیگی۔ بظاہر پڑھائی اور ایسٹریمنیٹ کیلئے اپنی ناسجھ اولادوں کو اسارت فون اور انٹرنیٹ تک غیر محدود رسائی دینے والے والدین بالخصوص اس تحریر کو پڑھیں ممکن ہے کہ خدا ناخواستہ آپکی اولاد اس فتنے کی زد میں آ کر ایمان سے ہاتھ دھونے کے قریب ہو اور آپ بالکل لاعلم ہوں۔ کراچی، لاہور، اسلام آباد اور پاکستان کے دیگر شہروں میں اس وقت ملحدین (خدا کے وجود سے انکاری) کی تعداد سوشل میڈیا کے ذریعے تیزی سے بڑھ رہی ہے اور اس کا شکار عام مسلمان گھرانوں کے 15-25 سال کے بچے بچیاں ہو رہے ہیں۔ اسکی ایک دنہیں سینکڑوں مثالیں ہیں اور علماء کرام دن رات اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ معاملہ یہ ہے کہ دین اسلام اتنی تیزی سے پوری دنیا میں پھیل رہا ہے۔ دیگر تمام مذاہب سخت پریشان ہیں۔ ان کے ہر حریبے اور سازش ناکام اور بودی ثابت ہوتی ہے۔ جب بھی اللہ کے آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ کا اسوہ حسنہ اور قرآن کی تعلیمات کسی دوسرے مذہب کے فرد یا گروہ تک پہنچتی ہیں تو اللہ کا نور سینیوں کو منور کر دیتا ہے۔ اور لوگ جو حق درحقہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ہر بلیغی محاذ پر

شکست کھا کر دشمنوں نے مسلمان گھروں میں نق卜 لگانے کی سازش کی ہے جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہو چکے ہیں۔ سو کالڈ روشن خیالی اور ماڈرن ازم کے دلدادہ والدین کے دین اسلام کی تعلیمات کی ابجد سے بھی ناواقف بچے جنہیں اس صورت حال کا قطعی اور اک یا سمجھنیں ان کا آسان ٹارگٹ ہیں۔ ان بچوں کو ایسی کسی صورت کے پیش نظر تربیت دینا تو دور کی بات ہے کمپیوٹر اور موبائل فون کے ذریعے دشمنوں کے ماہر کارندوں تک ڈائریکٹ رسائی فراہم کر دی گئی ہے۔

سوشل میڈیا، بالخصوص فیس بک، انسٹا گرام، اور ٹویٹر پر ایسے سینکڑوں اکاؤنٹس ہیں جنکا کام دن رات سائنسی بنیادوں پر خدا کے وجود سے انکار، دین اسلام کے مختلف احکام کا مذاق اڑانا، حضور اقدس ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر اعتراض، اور علماء کی تفحیک ہے۔ ان میں سے اکثر کا تعلق یورپ اور امریکہ میں قائم مختلف این جی اوز سے ہے جنکا مقصد ہی یہ ہے۔

عام طور سے انکے نام اس انداز کے ہوتے ہیں Ex-Muslims TogetherAtheist

MuslimsMuslims LiberatedMuslim AwakeningIslam Exposed کے کارکنان اور انکی تعلیمات سے اتفاق رکھنے والے سینکڑوں لڑکے اور لڑکیاں (جو انہی ممالک میں مقیم اور جن میں سے اکثر دین سے مکمل نا آشنا اور مغربی تعلیمی نظام کی پیداوار ہیں) نوجوانوں کو راغب کرنے میں مصروف رہتے ہیں یہ بظاہر مسلمانوں کے نام سے اکاؤنٹس رکھتے ہیں مگر فکری طور پر محدثین ہوتے ہیں طریقہ واردات کچھ یوں ہوتا ہے کہ:

ابتداء اسلام پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا بلکہ مختلف اسلامی احکام کو سائنس اور لا جک کی کسوٹی پر کھا جاتا ہے۔ جان بو جھ کر ایسے دینی موضوعات پر بات کی جاتی ہے جو سائنس سے بھی ثابت شدہ ہیں۔ اس طرح یہ ذہن سازی کی جاتی ہے کہ احکام دین سب کے سب سائنس سے مطابقت رکھتے ہیں اور جس چیز کی تصدیق سائنس کر دے وہ یقیناً حق ہے۔

اسکے بعد ایسے موضوعات کو کریدا جاتا ہے جو سائنس سے بالاتر ہیں، مثلاً وجود خدا، وحی کا علم، واقعہ معراج، وغیرہ جنکا تعلق خالصتاً ایمان بالغیب سے ہے، جو یقیناً حق ہیں مگر سائنس کی دسترس سے باہر

ہیں مگر چونکہ ذہن سازی یہ کی گئی ہے کہ معیار حق سائنس ہے، چنانچہ ان کلیدی عقائد کو مشکوک کیا جاتا ہے۔ اسکے بعد معاملہ آگے بڑھتا ہے۔ اور بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی زندگی پر آتی ہے ان معاملات کو غلط انداز میں پیش کیا جاتا ہے جتنی وضاحت عام ذہنی سطح سے نسبتاً بلند ہو مثلاً، غلامی کا فلسفہ، مرد عورت میں مساوات، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں اور باندیاں، تعدد ازدواج، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بوقت نکاح عمر وغیرہ ایک راستہ العقیدہ مسلمان کیلئے یہ معاملات واضح ہیں لیکن کچھ ذہن کے مسلمان بچے بچیاں جو دین سے لاعلم اور مغربی طرز زندگی سے مروع ہیں اسکے لئے یہ باتیں نہایت پریشان کن اور ناقابل فہم ہیں اور چونکہ دین اور علمائے دین سے تعلق ہے نہیں اسلئے قابل تشفی جواب کا کوئی راستہ نہیں نیجتاً وہ گول اور اثر نیٹ سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں جہاں انہی ملحدین کی مختلف ویب سائٹس اسکے شکوک کو لیقین میں بدل دیتی ہیں اس کے بعد ایمان تیزی سے رخصت ہوتا ہے جو اور قربانی سے لیکر نکاح اور ورواثت کے احکام تک اسلام کے ہر حکم کو مغرب کی کسوٹی پر پکھا جاتا ہے اور بالآخر سے ایک من گھڑت مذہب قرار دیکر خاموشی سے ترک کر دیا جاتا ہے (العیاذ بالله)۔

کھلمن کھلا اسلام کا مذاق اڑانا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور خدا کے وجود سے انکار کا مرحلہ اسکے بعد آتا ہے پھر یہ بچے بچیاں بھی خاموشی سے ایسی تنظیموں کے آلاتے کاربن جاتے ہیں اور اپنے دوست احباب کو دین سے تنفر کرتے ہیں یہ سب کچھ خاموشی سے ہمارے گرد بیٹھے 15-25 سال کے نوجوان Twitter، فیس بک وغیرہ پر کر رہے ہیں لیکن ہم بے خبر ہیں سوال یہ ہے کہ اپنی اولاد کو اس سے کیسے بچایا جائے اس سلسلے میں مندرجہ زیل امور کا خیال رکھیں۔

اللہ تعالیٰ سے اپنے اور اپنی اولاد کیلئے سلامتی ایمان اور استقامت کی دعا کا اہتمام کریں۔ خود بھی اور اولاد کو بھی وقتاً فوقاً علماء کرام کی مجالس اور بزرگانِ دین کی صحبت میں لے جاتے رہیں تاکہ وہ ان سے مانوس ہوں اور اپنے معاملات میں ان سے رہنمائی حاصل کریں۔

اولاد کو خود سے قریب کریں، پیار دیں، انکے مسائل کو سینیں، سمجھیں اور حل کریں۔ ان سے اپنے معاملات میں مشورہ کریں، انکو اپنا رازدار بنا سکیں اگر آپ انہیں دور رکھیں گے تو گمراہ کن گروہ ان کو آسانی

سے اپنے فریب کر لیں گے۔

اپنے دین کو آہستہ آہستہ سیکھیں اور گھر میں اسکا تذکرہ رکھیں۔ اگر بچے چھوٹے ہیں تو دنیوی تعلیم کے ساتھ اُنکی دینی تعلیم و تربیت کی بھی فلکر کریں۔ بغیر ضرورت شدیدہ بچوں کو اسماڑ فون نہ دیں اور نہ خود رکھیں۔ اگر دینا پڑے، تو شراط کے ساتھ دیں، بے وقت استعمال پر پابندی رکھیں، رات کو تمام گھر کے فون اینے کمرے میں جمع کروائیں، انکو اسکے صحیح استعمال کا طریقہ بتائیں۔

بے وجہ سو شل میڈیا پر وقت گزارنے سے خود بھی بچپن اور اولاد کو بھی بچا سکیں۔ بچوں کے سامنے ہر وقت فون استعمال کرنے سے گریز کریں۔ کسی بھی شک یاوضاحت طلب معاملے میں انٹرینیٹ کی بجائے مستند علماء دین سے رہنمائی حاصل کریں ایمان کو سلامتی کے ساتھ قبر میں لے جانا ایک مسلمان کی سب سے بڑی کامیابی ہے اپنی اولاد کو ایمان کے ڈاکوؤں سے بچا سکیں تاکہ ہماری آئینیدہ نسلوں میں بھی دین باقی رہے اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، آمین۔



## تدریس کے بنیادی اصول

بیان: مولانا یوسف خان صاحب دامت برکاتہم العالی

بمقام: جامعہ دارالتحقیقی، چوبر، جی پارک، لاہور

دوسری اور آخری قسط

دینی مدارس میں نئے تعلیمی سال کے آغاز پر حضرت مولانا ڈاکٹر پروفیسر محمد یوسف خان مدظلہ نہایت شفقت فرماتے ہوئے ادارہ کی درخواست پر جامعہ دارالتحقیقی تشریف لائے اور جامعہ کی ڈیڑھ درجی سے زائد شاخوں کے اساتذہ کرام میں بیان فرمایا۔ آپ کے بیان کا بنیادی موضوع ”تدریس کے بنیادی اصول“ تھا جنمنا آپ نے کامیاب مدرس کی خصوصیات پر بھی بحث کی۔ پروجکٹ پروری گئی یہ پریزنسیشن علماء و اساتذہ کے لئے نہایت مفید و مؤثر ثابت ہوئی، اساتذہ، مدرسین، معلمین و معلمات کے لئے گراں مایہ اہمیت کی حامل ہونے کی وجہ سے افادہ عام کے لئے شائع کی جا رہی ہے۔

15:- بنیادی معلومات مہیا کرنا۔ تعریف، موضوع، غرض، فن کی وجہ تسمیہ، کتاب

کا نام، مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے حالات۔

جب بھی آپ پڑھائیں وقت کی پابندی، ہر کتاب کے شروع میں بنیادی معلومات مہیا کرنا یعنی عادت بنالیں، تعارف بتا دیں، تعریف لغوی و اصطلاحی بتا دیں، موضوع بتائیں کوشش کریں کہ لکھوائیں، لکھوائے کی عادت ڈالیں۔ یہ بھی سمعی، بصری آلات میں سے ہے۔ طالب علم لکھے گا، آنکھوں کا استعمال کرے گا، کانوں سے سنے گا یہ آڈیو ریکارڈنگ ہوگی۔ لکھے گا تو ویڈیو ریکارڈنگ بھی ہو جائے گی۔ خاص طور

پر کم از کم ثالثہ، رابع تک لکھوائیں۔ تعلیم الاسلام/خوب پڑھار ہے ہو تو بھی تعریف لکھواؤ حالانکہ ان کی تعریف لکھی ہوتی ہے۔ طالب علم سے کہیں دیکھ کر لکھ کے آؤ۔ یہ بڑی ٹینکیک ہے، یہ پابند نہ کریں کہ کتاب سے بغیر دیکھ کر آؤ اس کو نقل کرنا سکھائیں۔ امتحان میں نقل کرنے سے روکیں، ویسے نقل مارنا سکھائیں اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ املاء کی غلطیاں دور ہوں گی۔ پرچے میں غلط نہیں لکھے گا۔ جس نے خوب کا پی پر لکھوائی ہوگی اس کے خوب کے پرچے میں آپ غلطی نہیں پکڑ سکتے ساتھی یہ سمجھتے ہیں کہ لکھا ہوا تو ہے کتاب میں زبانی لکھوائیں گے تو یاد ہوگا۔ اللہ کے بندے یہ امتحان میں نہیں لکھے گا اس لئے تعریف، موضوع لکھوائیں۔ عادت ڈالیں، وجہ تسمیہ بتا دیں۔ خوب کھو کیوں کہتے ہیں؟ کتاب کا کیا نام ہے؟ بعض مرتبہ کتاب کا نام پچھہ ہوتا ہے مشہور کسی اور نام سے ہوتی ہے اگر کتاب کا اصل نام قدوری ہے تو ہانڈی کا بھی تعارف کروانا پڑے گا مصنف کے حالات بھی تیار کیجئے مختصر ابتدائی درجات کے لئے۔

### 16: نفس کتاب یا فن پر توجہ مرکوز رکھنا۔

دوران تدریس نفس کتاب پر توجہ مرکوز رکھنا بنیادی اصولوں میں سے ہے نفس کتاب پر توجہ رکھیں کتاب تیز چلے گی بات بھی شاگردوں کو صحیح سمجھ آئے گی اور آپ کا پورا وقت کتاب کے اندر رہے گا طالب علم کو پتا ہوگا کہ استاد صرف کتاب پڑھائے گا بات کوئی نہیں کرے گا۔ مفہومات نہیں سنانے۔

### 17: سبق لکھوانا، یاد کروانا، اگلے دن سننا۔

شروع کے درجات میں ان تینوں کی اول، ثانی میں، رابع تک پابندی کریں۔ سبق لکھوانا، اگلے روز سننا اس کی پابندی کریں ایک ایک سے سبق نہیں۔ ہمارے مفتی صاحب ابوادود کا بھی ایک ایک سے سبق سنتے تھے، 20 منٹ ہیں، 40 منٹ ہیں مختصر سے وقت میں، وقت کی پابندی۔ کمال ہے یہ استاد کا، حاضری یکدم لگائیں جھگ نہ ماریں حاضری لیتے وقت۔ یہ کیوں نہیں آرہا؟ وہ کیوں نہیں آیا؟ حاضری میں 10 منٹ نہ لگائیں۔ پھر اس کے بعد سبق جو آپ ان کو پڑھائیں اس کا مفہوم/خلاصہ لکھوا لیجئے۔ پھر اس کے بعد یاد کروانا۔ ابتدائی درجات میں اپنے پر پابندی لگوں لیں کہ میں نہ لڑ کے کو سبق یاد کر کے یہاں سے نکالنا ہے 4 کام ہوتے ہیں 1: سبق پڑھادیں۔ 2: سبق سمجھادیں۔ 3: سبق یاد کروادیں۔ 4: طالب

علم اس سبق کو یاد رکھ لے۔ 4 کام ہو گئے تو طالب علم کو کتاب آگئی ابتدائی درجات میں سبق یاد کرو کر آئیں نمبر 4 ہم نہیں کر سکتے وہ طالب علم سے کہہ دیں کہ آپ کر لیں۔ جب استاد پہلے 3 کام کر لیں گے تو چوتھا کام طالب علم خود کر لے گا ان شاء اللہ۔

### 18:- اسبق کی منصوبہ بندی کرنا۔

سہمہ ماہی میں اتنا پڑھانا ہے۔ سہمہ ماہی سے ششماہی تک اتنا اور ششماہی سے سالانہ تک اتنا پڑھانا ہے شروع شروع میں آہستہ آہستہ چلیں اور آخر میں دوڑ تو وہ والا محاورہ ہو گا کہ سہ ماہی تک استاد بھی سمجھتا ہے شاگرد بھی، ششماہی تک استاد سمجھتا ہے شاگرد نہیں سمجھتا، ششماہی سے سالانہ تک نہ استاد سمجھتا ہے نہ شاگرد۔ اگر منصوبہ بندی سے چلیں گے تو یہ کیفیت پیدا نہیں ہو گی۔

### 19:- وقت کی پابندی، آغاز سبق و اختتام سبق

اس سے اللہ بڑی برکت دے دیتا ہے وقت کی پابندی کریں۔ مفتی تقی صاحب فرماتے تھے کہ جو بندہ تحیۃ المسجد کی نیت کر کے آتا ہے اس کی سنتیں فوت نہیں ہوتیں اور جو سنتوں کی پابندی کی فکر کی نیت کر کے آتا ہے اس کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوتی اور جو تکبیر اولیٰ کی پابندی کرتا ہے اس کی ایک رکعت ضرور فوت ہوتی ہے، آپ ایڈوانس نیت کریں۔ دارالتحوی پر وقت پر پہنچنے کی کوشش نہ کریں۔ اگر وقت پر پہنچنے کی کوشش کریں گے کبھی کبھی لیٹ ہو جائیں گے اگر وقت سے تھوڑا پہلے آنے کی پابندی کریں گے تو کبھی لیٹ نہیں ہوں گے اس لئے میں کہہ رہا ہوں وقت پر آنے کی کوشش نہ کریں بلکہ وقت سے پہلے آنے کی کوشش کریں بیگ رکھنا، موڑ سائیکل کھڑی کرنی ہے وقت لگتا ہے لیکن جب وقت سے پہلے آئیں گے تو سبق میں پورے وقت پر پہنچیں گے۔

### 20:- آسان زبان، مہذب انداز۔

دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ آسان زبان بولنا بہت مشکل ہے۔ موٹے موٹے لفظ نہ بولیں اپنی عادت بدل لیں۔ ایک لفظ بھی ایسا نہ ہو جو آپ بولیں اور شاگرد کو سمجھنا نہ آئے، آسان بولنا مشکل ہے، آسان لکھنا مشکل ہے، مہذب انداز ہو گا گالم گلوچ، گھٹیا انداز، تدریس کے بنیادی اصولوں میں سے ہے کہ استعمال نہ کریں۔

## 21: سبق کے اختتام پر خلاصہ۔

اپنی عادت بنائیں یہ ناکہیں نائم نہیں ملتا، گھٹری دیکھیں کہ میں نے اس چیز کو کتنا وقت میں کامل کرنا ہے سبق کے اختتام میں سبق کا خلاصہ ضرور بیان کر دیں اور اگر لکھوادیں تو سبحان اللہ۔

## 22: تحریری امتحان، سوالات، شفوفی امتحان۔

اپنی کلاس میں اپنے وقت میں تحریری امتحان لے لیا، مہتمم کے مشورے سے، وقت ضائع نہ کریں، میرے سامنے ایسے اساتذہ بھی ہیں جس دن تحریری امتحان لیتے ہیں اس دن بھی سبق کا ناغہ نہیں کرتے 20 منٹ میں 2 سوالات، 3 سوالات لڑکا حل کر سکتا ہے اس کے بعد 20 منٹ سبق بھی لے لیں۔

اب میں آپ سے التصالس کروں گا کہ اب بعد کا مرحلہ ہے اب آپ کو مدرس کی ذمہ داریاں بخوبی سمجھ آئیں گی ان شاء اللہ۔

## مدرس کی ذمہ داریاں

### 1: تدریس کے بنیادی اصولوں کا خیال رکھنا۔

تدریس کے اصول کا خیال رکھیں یہ مدرس کی ذمہ داری ہے۔

### 2: خوف خدا، وقار، سکون، تواضع۔

مدرس کا کام ہے مہتمم ہے یا نہیں، ناظم ہے یا نہیں اسی طرح سبق پڑھانا ہے جس طرح مہتمم ہوتے ہوئے پڑھاتا ہے۔ خوف خدا سے پڑھانا ہے:

ان تعبد اللہ کا نک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراراک

احسان اسی کو کہتے ہیں خوف خدا سے پڑھانا، یہ نہ ہو کہ مہتمم نہ ہو تو ڈنڈی مار دو۔ یہ مدرس کے اندر خوبی ہونی چاہئے کہ مضطرب قسم کا آدمی ہونا چاہئے۔ یاد ہوگا آپ کو ایک مرتبہ وند آیا تھا ابن قیس کا سارے صحابی رضی اللہ عنہم اترے اور یک دم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے گئے۔ ابن قیس نے اپنا سامان اتنا را سواری کو باندھا، اچھے کپڑے پہنے، نہائے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

(مفہوم) دو خوبیاں تم میں بڑی کمال ہیں ایک حلم و برداہی دوسرا وقار۔  
خوف خدا سے پڑھانا ہے، وقار ہو سکون ہو۔

### الإناة من الله والعلة من الشيطان

یہ بھی نہیں کہ سست ہو جائے بندہ لیکن خوف خدا، وقار، سکون ہو۔

کبھی ایسا ہوتا ہے گھر میں بچی بیمار، کبھی بیوی بیمار۔ اگر گھر کی کوئی پریشانی ہو، کوئی بیمار ہو تو اس کے لئے ایک تھیلا بنالیں و تھیلا درسگاہ میں داخل ہونے سے پہلے باہر رکھ دیں۔ درسگاہ میں داخل ہوں تو صرف کتاب کی پریشانی ہو۔ گھر یلو پریشانیاں تو ٹھیک ہو جائیں گی سبق خراب ہو گا۔ گھر یلو پریشانیوں کو درسگاہ سے باہر رکھ کر آئیں، تواضع ہو، تکبر نہ آنے دیں۔

### 3:- زهد، دنیا سے بے رغبتی۔

دنیا سے بے رغبتی ہو

### از هدف الدنیا یحبک اللہ، و از هدفیما عن الدنیا یحبک الناس

اللہ آپ سے کب محبت کریں گے جب آپ جو طلباء کے پاس ہے اس سے بے رغبتی اختیار کریں۔ موابائل ہے، گھری ہے، فلاں ہے، کپڑے ہیں بے رغبتی اختیار کریں۔

### 4:- شعائر اسلام کی پابندی۔

دارہ گھی ہے، مونچھیں ہیں، دوسری چیزیں یہ شعائر پابندی آپ درست رکھیں گے طلباء بھی رکھیں گے۔

5:- خود اخلاق حسنے سے آراستہ ہو، طلباء کو آراستہ کرے، خود اخلاق رذیلہ سے پاک ہو طلباء کو پاک کرے۔

خود اخلاق رذیلہ سے پاک ہوں طلباء کو بھی پاک کرے، یہ مدرس کی ذمہ داری ہے اخلاق رذیلہ دیکھیں میرے اندر کوئی بری عادت ہے اسے ختم کریں بدگمانی، غیبت، جھوٹ کی عادت سے اپنے آپ کو بچائیے، اپنے اخلاق کو اچھا کیجئے، طلباء کو بھی اس سے آراستہ کیجئے، اخلاق حسنے سے آراستہ کیجئے، اخلاق رذیلہ سے خود اپنے آپ کو نکالیں حسد میں بنتلانہ ہوں۔



## 6:- مناسب لباس، جسم، زبان کی پاکیزگی۔

مناسب لباس پہننے، صاف سترہالباس پہننے۔ حال میں میرے پاس ایک شاگرد آئے کہنے لگے میں شادی شدہ ہوں۔ مسجد والے امامت سے نکال رہے ہیں میں نے کہا کچھ نہیں بتاتا ہوں پھر نہیں نکال دیں گے، میں نے حالات پوچھے اس کے بعد پوچھا تمہارے پاس سفید شلوار کرتا ہے جسکی استری خراب نہ ہو کہنے لگا ہے۔ میں نے کہا واسکٹ ہے اس نے کہا ہے، پھر میں نے پوچھا اس طرح کی ٹوپی ہے اس نے کہا جی میں نے جرا بول کا پوچھا کہنے لگا جی ہے۔ میں نے کہا صاف سترہ اکرتا شلوار، ٹوپی، جرا بیس، واسکٹ یہ مسجد کے کمرے کی الماری میں رکھ لو۔ آئندہ اذان سے 5 منٹ پہلے مسجد میں ہونا، تم امام ہو فخر کے بعد قرآن کھول کر 3 آیتیں پڑھ کر مفہوم بتادیا کرو۔ ایک ہفتے بعد وہ شاگرد دوبارہ آیا کہنے لگا کہ اب مسجد والے نکال رہے، امام صاحب بھاگے دوڑے، عجیب و غریب قسم کا لباس پہنے ہوئے ہو تو لوگ کیا کہیں گے؟ مسجد والوں نے اس کو نکالتے نکلتے دوبارہ رکھ لیا۔ جسم و زبان کی پاکیزگی ہوتی کوئی نہیں چھوڑتا۔

## 7:- ادارے کے اصول و ضوابط کی پابندی و احترام۔

بعض لوگ اصول و ضوابط کی پابندی تو کرتے ہیں، احترام نہیں کرتے۔ طلباء کو بھی کہتے ہیں پتا نہیں ناظم صاحب نے یہ اعلان کیوں کر دیا، اس طرح طلباء پر براثر پڑتا ہے بلکہ طلباء کو اس اصول کے فضائل بتائے جائیں۔ اصول و ضوابط کا احترام کریں۔

طلباء کو اصول و ضوابط کے فضائل بتائے جائیں اس کا یہ فائدہ، اس کا یہ فائدہ۔ ہم اس پر اس طرح عمل کریں گے ان شاء اللہ۔

طلباء کے سامنے مہتمم، ناظمین پر تبصرے کرنے سے پرہیز کریں یہ مدرس کی ذمہ داری ہے۔

## 8:- موبائل کے استعمال میں احتیاط۔

لہذا موضوع ہے، کوشش کریں جو جیب میں موبائل ہے اس پر نیٹ نہ ہو۔ اینڈ رائیڈ اور سمارٹ موبائل سے منع نہیں کروں گا اب تو ضرورت بن گئی بس اس وقت (سبق کے دوران) نیٹ نہ کھولیں، بند کر دیں۔ مدرس کو یہ گندگیاں بتاہ کر رہی ہیں۔ موبائل کا پاکیزہ استعمال کریں۔ درسگاہ میں بالکل استعمال نہ

کریں اگر کھو لے رکھیں تو ابیریشن پر لگا دیں۔ کال آگئی تو درس گاہ سے باہر نکل کر بات کریں، درس گاہ میں طلباء کے سامنے استعمال نہ کریں۔

9:- رحمۃ اللعائین میں سے استاد اور طالب علم کے آداب مطالعہ کرتا رہے۔  
ایک کتاب ہے مولانا عبدالرحمن عظیم (رحمۃ اللعائین کی) "رحمۃ اللعائین" اگر میں کہوں میں نے دو، تین، چار سو مرتبہ پڑھی تب بھی کم ہے۔ طالب علم کے آپ کسی بھی معااملے میں پھنس جائیں اس کتاب کو پڑھیں یہ کتاب طالب علم اور استاد کے آداب کے مطالعہ پر ہے، کمال کی کتاب ہے۔

#### 10:- ہمیشہ طالب کا خیر خواہ رہے۔

استاد طالب علم کا خیر خواہ ہو، دشمنیاں نہ پالیں، طالب علم یہ نہ سمجھے کہ استاد میرے ساتھ ضد کرتا ہے۔ بس آپ اس کے ساتھ مہربانی کریں اس کے خیر خواہ رہیں۔

#### 11:- سختی و نرمی میں اعتدال ہو۔

مار پیٹ سے بچنے کی کوشش کریں۔ میں نے شروع میں بہت ڈنڈے مارے ہیں مگر الحمد للہ، یہ سوم اللہ پڑھ کر مارتاخا، ڈنڈے نہ ماریں مزاج میں زیادہ سختی نہ ہو۔ سختی و نرمی میں اعتدال ہو۔

#### 12:- تعصب سے بچنا۔

تعصب سے بچیں، یہ چترالی ہے، یہ کشمیری ہے، یہ پٹھان ہے۔ یہ نہ ہو کہ استاد پٹھان ہے تو پٹھان شاگرد کے نمبر ہی اچھے۔ سر اگنی ہے بلوچی ہے تو ان کے لڑکوں کے نمبر زیادہ لگ رہے یہ نہ ہو۔ استاد اگر پٹھان ہے تو وہ پنجابی طلباء کے سامنے پٹھان طالب علموں سے پشتو میں بات نہ کرے یہ ہے تعصب ناکام مدرس نہیں بننا قابل مدرس بھیں۔

#### 13:- اپنی علمی اور تدریسی صلاحیت کو بہتر سے بہتر بنانا۔

اپنے آپ کو بہتر سے بہتر بناتے جائیں یہ آپ کی ذمہ داری ہے ہر سال آپ کو خود پتا ہونا چاہئے میرے اندر بہتری آرہی ہے۔

14:- طلباء کو مایوسی سے نکالنا، احساس کمتری سے بچانا، حوصلہ افزائی کرتے رہنا۔

طلباء کو مایوسی سے نکالیں، احساس کمتری سے بچائیں، حوصلہ افزائی کرتے رہیں یہ مدرس کی ذمہ داری ہے۔

15:- ذہین اور غبی کی رعایت کرنا۔

غبی کو چلا کیں، چلے گا۔ اس سے ترجمہ، عبارت بھی سن لیں۔ ہر روز اس سے آسان بات پوچھا کریں ساتھ شabaش دے دی، ساتھی یہ نہ کہیں میں نے تیرے سے یہ پوچھا ہی اس لئے تھا کہ تو تھا ہی اس قابل ساری کری کرائی پر پانی پھیر دیا۔ اس کو احساس نہ دلوائیں کہ تو غبی ہے۔ حوصلہ افزائی کریں بہتر ہو جائے گا۔

16:- طلباء کی تربیت کرنا۔

جب میں کہتا ہوں ساتھ ساتھ تربیت کرو تو میرے شاگرد کہتے ہیں استاد جی ہمیں مدرس رکھا گیا ہے چک چک کرنے کے لئے نہیں۔ تربیت کو چک چک کہتے ہیں اور بعض استادوں کے 40 میں سے 20 منٹ تربیت کے ہوتے ہیں یہ بھی غلط ہے ملفوظات، ادھر ادھر کی باتیں نہ کریں جو کمی دیکھیں اس پر تھوڑی سے بات کر کے آگے چلیں بس یہ تربیت ہے۔

17:- اعانت، عیادت، مساوات۔

اعانت و عیادت، مساوات یہ بھی مدرس کی ذمہ داری ہے۔ اعانت یہ ہے کہ مدد کر دیں، کسی کو سبق نہیں یاد ہو رہا مدد کر دیں، کسی چیز کی ضرورت ہے وہ پوری کر دیں، عیادت یہ کہ بیماری ہو جائے تو عیادت کر لے۔ آج کل عیادت نہیں ہوتی یہ ہماری اسلامیہ میں کمزوری ہے۔ مساوات یہ کہ استاد برابری کی کوشش کرے۔ صرف ذہین کو اپنے قریب نہ کریں سب کو برابر کھیں۔

18:- خود وقت کی قدر کرنا، طلباء کے وقت کو ضائع نہ کرنا۔

19:- جسمانی صحت کا خیال رکھنا۔

آئے دن درخواست بھیجنا کہ مجھے بخار ہے، نزلہ ہے، سر درد ہے میں مدرس نہیں آسکتا۔ شروع

میں مہتمم صاحب دعا نئیں کرتے ہیں چند نہیں! بعد یہ تاثر بیٹھ جائے گا کہ یہ کسی کام کا نہیں بیمار ہے، یہ آپ کے لئے خطرناک ہے، اس لئے میری عادت ہے کہ نزلہ، بخار تو بتاتا ہی نہیں تھا کسی کو، کبھی شاذ و نادر کوئی بڑھ کر سلسلہ ہو گیا تو بتا دیا سبق کا ناغہ نہ کریں، چھٹی نہ کریں، جسمانی صحبت کا خیال رکھیں یہ بہت ضروری ہے۔ گلے میں خراش ہو گئی تو گلا بیٹھنے جائے پہلے سے ڈاکٹر کو دکھائیں۔

## 20:- روحانی صحبت کا خیال رکھنا۔

بزرگ سے تعلق قائم رکھنا 20 گریڈ کے افسر ہیں گلا خراب ہو گیا ڈاکٹر کو دکھایا ٹھیک نہ ہوا، خود علاج کی کوشش کی ٹھیک نہیں ہوا وسرے ڈاکٹر سے دوائی لے آئے 2 دن میں ٹھیک۔ خود حالانکہ سرجن ہیں کیوں اپنا علاج خود نہیں ہوا؟ اپنی کمزوریاں بندے کو نظر نہیں آتیں، عیب نظر آتے ہیں دوسرا کے جس کے ساتھ لگے اصلاح کر سکتا ہے اس کے ساتھ تعلق قائم کریں۔

## 21:- اپنی اور طلباء کی تحریر و تقریر کو بہتر بنانا۔

اکثر اساتذہ تختہ سیاہ پر نہیں لکھتے کہ لڑکوں کے سامنے سبورہ پر کیسے لکھیں، ہماری لکھائی اچھی نہیں ہے۔ تختہ سیاہ پر لکھنا سیکھیں۔ اپنی لکھائی بہتر بنائیں۔ ممکن ہے آپ کے شاگرد کی لکھائی آپ سے اچھی ہو۔ الفاظ کو اردو میں بولنا۔ پرواہ نہ کریں کہ میں پڑھاں ہوں، بلوچی ہوں، سندھی ہوں کہ مجھے اردو اچھی طرح نہیں آتی۔ میں نے ایسے مدرس بھی دیکھے کہ ساری زندگی اردو ٹھیک نہیں ہوتی لیکن کمال کے مدرس، وائٹ بورڈ پر لکھنے کی کوشش کریں۔ خو، صرف، اولی، ثانیہ میں اکل زید طحاما کی ترکیب بورڈ پر لکھیں۔ آپ ایک ڈیڑھ منٹ میں سمجھادیں گے وہی ترکیب بغیر سبورہ کے سمجھا نکیں تو سات، آٹھ منٹ بھی لگ سکتے ہیں۔ آپ ان کو تعلیل بھی سمجھانا چاہیں تو سبورہ پر سمجھا نکیں، ہر مریٰ اصل میں کیا تھا یہ زرمیٰ کیسے بنا؟ پہلے آپ رات کو گھر میں خود مشق کر لیں پھر اگلے دن سبورہ پر سمجھا نکیں ایسے طالب علم زرمیٰ اکوایک منٹ میں سمجھتا ہے۔

## 22:- ساتھی مدرسین کے ساتھ حسن سلوک۔

یہ بھی مدرس کی ذمہ داری ہے کہ کس طرح مدرسین کے ساتھ اچھا سلوک رکھیں۔ ہر ایک کے ساتھ تعلق رکھیں۔ اس کے سلام کا جواب نہیں دینا، اس کی شکل نہیں دیکھنی میں نے ایسی بات نہ ہو سارے ساتھیوں کو جوڑ کر رکھیں۔

## حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ

{رئیس و شیخ الحدیث:- جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔ صدر:- وفاق المدارس العربیہ پاکستان۔

صدر:- اقراء روضۃ الاطفال ٹرست پاکستان۔ امیر مرکزیہ:- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان۔}

**پیدائش:** 1935ء میں ایبٹ آباد کے گاؤں کوکل کے ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

**آپ کا بچپن:** آپ بچپن ہی سے سلیم افطرت تھے۔ آپ کے معاصرین گواہی دیتے ہیں کہ آپ میں جو نیکی و صلاح اس پیرانہ سالی میں نظر آتی تھی؛ یہ جوانی میں بھی اسی طرح دکھائی دیتی تھی۔ گواہی کا بچپن، جوانی، اور بڑھا پانیکی و تقویٰ کے لحاظ سے ایک جیسے تھے۔

**آپ کے والد گرامی:** سکندر خان بن زمان خان اپنے حلقہ میں بڑے باوجاہت تھے۔ خاندان اور گاؤں کے تنازعات میں ان سے رجوع کیا جاتا تھا جنہیں وہ خوش اسلوبی سے نمٹادیا کرتے تھے۔ بچپن ہی سے علماء و صلحاء سے گہر اعلق تھا؛ جس کا اثر ان کی زندگی پر ایسا نمایاں تھا کہ دینی معلومات آپ کو خوب مستحضر تھیں! جس کی بنا پر بہت سے علماء بھی آپ سے ممتاز انداز میں گفتگو کرتے تھے، کیوں کہ غلط بات پر آپ ٹوک دیا کرتے تھے۔ نماز بجماعت کی پابندی، تلاوتِ قرآن کریم، ذکرِ الہی، صلح رحمی، اصلاح ذات الیں، رأفت و شفقت، اور ضعفاء کی خبرگیری؛ ان کے خصوصی اوصاف تھے۔ مسجد کی خدمت و تعمیر سے بہت شغف تھا۔

**تعلیم:** قرآن کریم کی تعلیم اور میرک تک دنیاوی فون گاؤں میں حاصل کیے۔ اس کے بعد ہری پور کے مدرسہ دارالعلوم چوہر شریف میں دوسال، اور احمد المدارس سکندر پور میں دوسال پڑھا۔

1952ء میں مفتی عظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ دارالعلوم ناٹک واڑہ کراچی میں درجہ رابعہ سے درجہ سادسہ تک تعلیم حاصل کی۔ درجہ سابعہ دورہ حدیث کے لیے محدث اعصر علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ لیا، اور 1956ء میں فاتحہ فراغ پڑھا۔ ( واضح رہے کہ اس مدرسہ میں درس نظامی کے پہلے طالب علم آپ ہی تھے۔) اس کے بعد آپ نے 1962ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ (جس کے قیام کو بھی دوسرا سال تھا) میں داخلہ لے کر چار سال علوم بنویہ حاصل کیے۔ بعد ازاں جامعہ ازہر مصر میں 1972ء میں داخلہ لیا، اور چار سال میں دکتورہ مکمل کیا؛ جس میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام الفقہ العراقي کے عنوان سے مقالہ پر فرم فرمایا۔

آپ کے اساتذہ کرام: 1۔ علامہ سید محمد یوسف بنوری (تلمیز: محمد ثعالبہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) 2۔ حافظ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ ۔ 4۔ مولانا عبد الحق نافع رحمۃ اللہ علیہ کا خلیل (تلمیز: حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ) ۔ 5۔ مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (تلمیز: حضرت مدینی رحمۃ اللہ علیہ) ۔ 6۔ مولانا الطف اللہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ ۔ 7۔ مولانا سجان محمد رحمۃ اللہ علیہ ۔ 8۔ مفتی ولی حسن ٹونگی رحمۃ اللہ علیہ ۔ 9۔ مولانا بدلیع الزماں رحمۃ اللہ علیہ۔

درس و تدریس: دارالعلوم ناٹک واڑہ میں دورانی تعلیم ہی عمدہ استعداد و صلاحیت کی بناء پر۔ کراچی میں لیبیا و مصر کی حکومتوں کے تعاون سے۔ عربی زبان سکھانے کے لیے مختلف مقامات پر ہونے والی تربیتی نشستوں میں پڑھانے کا موقع ملا، اس سے آپ کو تدریس کا کافی تجربہ حاصل ہو گیا۔ علاوه ازیں بنوری ٹاؤن میں درس نظامی کی تکمیل سے پہلے ہی حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی صلاحیتوں کو جانچتے ہوئے اپنے مدرسہ کا استاذ مقرر فرمایا۔ آپ کا زمانہ تدریس 1955ء سے تا حال جاری ہے۔

**بیعت و خلافت:** ظاہری علوم کی تکمیل کے علاوہ آپ کی باطنی تربیت میں بھی شیخ بنوری کا سب سے زیادہ حصہ تھا۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ڈاکٹر عبد الحمی عارفی نور اللہ مرقدہ ہما کی صحبت سے مستفید ہوئے، اور حضرت مولانا محمد یوسف لردھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ اور

حضرت مولانا سرفراز خان صندر رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت بیعت و خلافت حاصل ہوئی۔

**جامعة العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے تعلق:** 1955ء میں اس مدرسہ کے درس نظامی کے پہلے طالب علم کی حیثیت سے یہ تعلق استوار ہوا، دوران طالب علمی ہی حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی عدمہ استعداد دیکھتے ہوئے آپ کو استاذ مقرر فرمایا کہ یہ تعلق مضبوط کر دیا، 1977ء میں انتظامی صلاحیتوں کے اعتراض میں ناظم تعلیمات مقرر ہوئے، 1997ء میں مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد نئیس الجامعۃ کے لیے آپ کا انتخاب ہوا اور 2004ء میں مفتی نظام الدین شامزی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد شیخ الحدیث کے منصب نہیں بنے؛ یہ دونوں ذمہ داریاں آپ تاحال بحسن و خوبی بخارا ہے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعلق ہوئی ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کے تعاقب کے لیے یہ جماعت قیام پاکستان کے بعد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زیر امارت وجود میں آئی۔

1974ء میں شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیر امارت اس جماعت کی چلائی جانے والی تحریک کے نتیجہ میں آئین پاکستان میں عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ ممکن ہوا، 1984ء میں اسی جماعت کے تحت چلائی جانے والی تحریک کے نتیجہ میں اتنا قادیانیت آڑ پیش پاس ہوا۔ پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی بجائی، اور 2010ء میں ناموں رسالت کے قانون کے تحفظ کے لیے چلائی جانے والی تحریک میں بھی اس جماعت کا بنیادی وکلیدی کردار رہا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ 1981ء میں اس جماعت کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے۔ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال (2008ء) کے بعد آپ نائب امیر مرکزیہ بنائے گئے۔ حضرت مولانا عبدالجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال (2015ء) کے بعد آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ منتخب ہوئے۔ علاوہ ازیں آپ نے مجلس کی کئی اردو مطبوعات کا عربی میں ترجمہ کر کے عرب ممالک میں انہیں عام فرمایا۔

**اقراء روضۃ الاطفال ٹرسٹ پاکستان سے تعلق:** اکابر و اسلاف کی دعاوں میں قائم کردہ پاکستان کے پہلے دینی علوم و دینی اوقاف کے ادارہ کے سرپرست و صدر مفتی ولی حسن ٹونگی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اکابر رہے ہیں۔ ان بزرگوں کے بعد حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس ادارہ کے پہلے

سر پرست رہے، اور اب صدر تھے۔

**وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے تعلق:** قیامِ پاکستان کے بعد مسلمانانِ پاکستان کے اسلامی شخص کو برقرار رکھنے، ملکتِ خداداد پاکستان میں دینی مدارس کے تحفظ و استحکام اور باہمی ربط کو مضبوط بنانے، اور مدارس کو منظم کرنے کے لیے اکابر علمائے اہل سنت و جماعت دیوبند کی زیرِ قیادت 1379ھ/1959ء میں اس ادارہ کا قائم عمل میں آیا۔ اس وقت یہ ملک کا سب سے بڑا دینی مدارس کا بورڈ ہے؛ جس سے تقریباً بیس ہزار مدارس ملحق ہیں، ان مدارس میں تقریباً چودہ لاکھ طلبہ و آٹھ لاکھ طالبات زیرِ تعلیم ہیں، جبکہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ علماء و پونے دولاکھ علامات فارغ التحصیل ہو چکے ہیں، آٹھ لاکھ سے زائد حفاظت دولاکھ سے زائد حافظات بھی اسی وفاق سے ملحق مدارس کے فیض یافتہ تھے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب حنفیہ کے شیخ محدث بیوی حنفیہ کا اس ادارہ کے قیام میں دیگر اکابر کے ساتھ بنیادی کردار رہا ہے۔ 1997ء میں حضرت ڈاکٹر صاحب وفاق کی مجلس عاملہ کے رکن بنائے گئے۔ 2001ء میں نائب صدر مقرر ہوئے، اس دوران آپ صدر و فاق شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیمان اللہ خان حنفیہ کی بیماری و ضعف کے باعث کئی باراں کی نیابت کرتے رہے، اور ان کی وفات کے بعد تقریباً 9 ماہ قائم مقام صدر رہے۔ 14 محرم الحرام 1439ھ/05 اکتوبر 2017ء کو آپ متفقہ طور پر مستقل صدر منتخب ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ وفاق کی نصاب کمیٹی اور امتحان کمیٹی کے سربراہ بھی تھے۔

**تصانیف و تالیفات:** 1۔ الطریقة العصریة۔ 2۔ کیف تعلم اللغة العربية لغير الناطقين بها۔ 3۔ القاموس الصغير۔ 4۔ موقف الامة الاسلامية من القادة الیاذية۔ 5۔ تدوین الحديث۔ 6۔ اختلاف الامة والصراط المستقيم۔ 7۔ جماعة التبیغ و منهجها في الدعوة۔ 8۔ حل الذکریۃ مسلموں؟۔ 9۔ الفرق بین القادیانیین و بین سائر الکفار۔ 10۔ الاسلام و اعداد الشاب۔ 11۔ تبلیغی جماعت اور اس کا طریقہ کار۔ 12۔ چند اہم اسلامی آداب۔ 13۔ محبت رسول ﷺ۔ 14۔ حضرت علی رضنیہ اور حضرات خلفائے راشدین حنفیہ جمعین۔ آپ کی زیادہ تر تصانیف اردو سے عربی، اور کچھ عربی سے اردو میں مترجم ہیں۔ جبکہ مشہور کتاب الطریقة العصریۃ عرصہ دراز سے وفاق المدارس کے نصاب میں شامل ہے۔

علاوه ازیں آپ نے عربی و اردو میں بے شمار مقالات و مضامین سپر قلم فرمائے تھے، جو عربی و اردو مجلات، رسائل و جرائد، اور اخبارات کی زینت بنے اور مختلف کانفرنسوں میں پڑھے گئے ہیں۔ ان میں سے اردو مضامین تین مجموعوں کی شکل میں مرتب ہو چکے ہیں: 1۔ مشاہدات و تاثرات۔ 2۔ اصلاحی گزارشات۔ 3۔ تحفظ مدارس اور علماء طلبہ سے چند باتیں۔ اس کے علاوہ آپ روزنامہ "جنگ" کے مقبول عام سلسلہ آپ کے مسائل اور اُن کا حل" کے مستقل کالم نگار تھے، جبکہ ماہ نامہ "بینات" کے مدیر مسول اور مجلہ "المیہات" کے المشرف العام بھی تھے۔ شیخ بُغوری حَلِیٰ کی نسبتوں کے امین، اور مرجع الخلاق شخصیت شیخ بُغوری رح سے آپ کا تعلق اس وقت قائم ہوا جب آپ جامع مسجد بُغوری ٹاؤن میں عربی کلاس پڑھانے کے لیے تشریف لا یا کرتے تھے، کلاس پڑھانے کے بعد پچھدیر حضرت بُغوری حَلِیٰ کی خدمت میں حاضر ہتے، اگلے سال اسی مدرسہ میں داخلہ لے کر آپ نے یہ سمجھی تعلق دائیٰ کر لیا، سفو و حضر میں خادم کی حیثیت سے ہمیشہ ساتھ رہتے۔

حضرت حَلِیٰ کو بھی آپ سے ایسی محبت تھی کہ اپنے مدرسہ میں استاذ مقرر فرمایا، مدینہ یونیورسٹی میں پڑھنے کے لیے چار سال کی رخصت دی، جامعہ از ہر میں داخلہ کے لیے خود ساتھ لے گئے، 1961ء میں حج پرساتھ لے گئے تو حج کے تمام مناسک اپنی نگرانی میں کروائے، کیوں کہ یہ ڈاکٹر صاحب کا پہلا حج تھا۔ انہی محبتوں و شفقتوں نے آپ کو اپنے شیخ کا ایسا گرویدہ بنادیا کہ زندگی بھر کے لیے انہی کے ہو کر رہ گئے۔ شیخ کے وصال کے بعد پچھ عرصہ تک یہ کیفیت رہی کہ جہاں شیخ کا تذکرہ چھڑتا تو آپ کی آنکھیں ضبط نہ کر پاتیں اور پھر بڑے والہانہ انداز میں شیخ کے واقعات سناتے۔ اس وقت آپ اپنے شیخ کی تمام نسبتوں کے امین اور ان کے مند نشین و جانشین تھے۔ شیخ بُغوری حَلِیٰ بیک وقت صدرِ وفاق، امیر مجلس تحفظ ختم نبوت، رئیس و شیخ الحدیث جامعہ بُغوری ٹاؤن تھے؛ حضرت ڈاکٹر صاحب بھی اس وقت ان تمام مناصب پر اپنے شیخ کی یادگار تھے۔ آپ فناۓ فی الشیخ کی تصویر، اور شیخ کی نسبت اتحادی کا مظہر اتم تھے۔ اپنے شیخ ہی کی نسبت سے آپ اس وقت پورے ملک کے مشائخ و اہل اللہ کے معتمد، مرجع الخلاق، اور ایسی غیر متنازع ع شخصیت تھے کہ سب کی عقیدت و احترام آپ کو حاصل تھی۔ اور آپ کی مجلس و صحبت سے استفادہ کرنا ہر کوئی اپنی سعادت سمجھتا تھا۔





## بیس ملکوں کا سفر

### مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ

قطع: 22

سفرنامہ وہ بیانیہ ہے جسے مسافر سفر کے دوران یا منزل پر پہنچ کر اپنے تجربات اور مشاہدات کی مدد سے تحریر کا جامد پہناتا ہے اور اپنی گزروی ہوئی کیفیات سے دوسروں کو واقف کرتا تھا۔ راہ میں پیش آنے والے اپنے تحیر، استجواب اور اضطراب کو اس طرح سے قلم بند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نہ صرف پوری تصویر آجائی ہے بلکہ اس مقام سے متعلق تمام معلومات مع تفصیل اس کے علم اور آگئی میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ ”جهان دیدہ“ بھی ایسا ہی ایک سفر نامہ ہے جو شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے سفر ناموں کا پہلا مجموعہ ہے جو بیس ملکوں کے سفر کی تفصیل اور روشنیاد پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں آپ ان صفحات پر حضرت مفتی صاحب کا سفرنامہ ”سفر در سفر“ پڑھ چکے ہیں جسے قارئین نے بہت پسند کیا۔ اب قطع وار ”جهان دیدہ“ شائع کیا جا رہا ہے جو نہایت دلچسپ اور اپنے اندر بیش تر معلومات کا خزینہ لئے ہوئے ہے، امید ہے قارئین پسند کریں گے اور یہ سلسلہ ان کے علم و عمل میں اضافے کا باعث بنتے گا۔ انشاء اللہ

### روضہ اور اس کی فتح کا واقعہ

سب سے پہلے ہم روضہ پہنچ جو قاہرہ کا بڑا انتاریخی محلہ تھا، مصر کی فتح سے پہلے، بلکہ بعد بھی ان شیدیوں کے زمانے تک یہ جگہ ”جزیرہ مصر“ کہلاتی تھی کیونکہ یہ دریائے نیل کے درمیان واقع ہے اس کے ایک طرف قاہرہ تھا اور دوسری طرف جیزہ جس میں اہرام مصر واقع ہیں جب حضرت عمرو بن العاص رض نے



مصر کے قلعہ کا محاصرہ کیا تو قبطی بادشاہ مقتوقش نے قلعہ سے نکل کر اسی جزیرے کے قلعے میں پناہ لی تھی اور اس تک پہنچنے کے لئے دریائے نیل پر جو پل بنایا تھا وہ توڑ دیا تھا تاکہ مسلمان دریا عبور کر کے جزیرہ تک نہ پہنچ سکیں دوسری طرف اس نے قیصر روم سے مدد طلب کی تھی کہ وہ مسلمانوں کے عقب سے ان پر حملہ کر دے۔

ان حالات میں مقتوقش نے حضرت عمرو بن العاص رض کے پاس اپنے ایلچیوں کے ذریعے خط بھیجا کہ تم ایک طرف دریائے نیل اور دوسری طرف رومی فوجوں کے درمیان گھر پچھے ہو تو مہاری تعداد بھی کم ہے اور اب تمہاری حیثیت ہمارے ہاتھوں میں قیدیوں کی سی ہے لہذا اگر خیریت چاہتے ہو تو صلح کی بات چیت کے لئے اپنے کچھ آدمی میرے پاس بھیج دو۔

جب حضرت عمرو بن العاص رض کے پاس یہ ایلچی پہنچ تو انہوں نے فوراً کوئی جواب دینے کے بجائے انہیں دو دن دورات اپنے پاس مہمان رکھا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ مسلمانوں کے شب و روز کے معمولات اور ان کے جذبات و خیالات سے اچھی طرح واقف ہو جائیں دوسری طرف جب ایلچیوں کو دیر ہوئی تو مقتوقش کو خطرہ ہوا کہ کہیں یہ لوگ ایلچیوں کو قتل کرنا جائز نہ سمجھتے ہوں لیکن دو روز کے بعد ایلچی حضرت عمرو بن العاص کا یہ پیغام لے کر پہنچ گئے کہ ہماری طرف سے انہیں تین باتوں کے علاوہ کوئی چوٹی بات قابل قبول نہ ہوگی (یعنی: اسلام، جزیہ یا جنگ) جو ہم پہلے بھی آپ کو بتا پچے ہیں۔

پیغام وصول کرنے کے بعد مقتوقش نے ایلچیوں سے پوچھا کہ تم نے ان مسلمانوں کو کیسے پایا؟ اس کے جواب میں ایلچیوں نے کہا:

ہم نے ایک ایسی قوم دیکھی ہے جس کے ہر فرد کو موت زندگی سے زیادہ محظوظ ہے وہ لوگ تواضع اور انکسار کو ٹھاٹ باط سے زیادہ پسند کرتے ہیں ان میں سے کسی کے دل میں دنیا کی طرف رغبت یا اس کی حرمت نہیں ہے وہ زمین پر بیٹھتے ہیں اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کھاتے ہیں ان کا امیر ان کے ایک عام آدمی کی طرح ہے ان کے درمیان اونچے اور نچلے درجے کے آدمی پہچانے نہیں جاتے، نہ یہ پتا چلتا ہے کہ ان میں آقا کون ہے اور غلام کون ہے؟ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ان میں سے کوئی پیچھے نہیں رہتا وہ اپنے اعضاء کو پانی سے دھوتے ہیں اور نماز بڑے خشوع سے پڑھتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ مقتوق نے یہ سن کر کہہ دیا تھا کہ ان لوگوں کے سامنے پہاڑ بھی آجائیں گے تو یہ انہیں ٹلا کر رہیں گے ان سے کوئی نہیں لٹر سکتا۔ بالآخر باہمی پیغامات کے تبادلے کے بعد حضرت عمر و بن العاص رض نے حضرت عبادہ بن صامت رض کی قیادت میں دس افراد کی ایک سفارت مقتوق کے پاس بھیجی مقتوق نے ان کو بھی روپے پیسے کالا لچ دینے کی کوشش کی اور ان کی معاشری تنگ حالی کے حوالے سے یہ یقین دلانا چاہا کہ اس کی پیش کش قبول کر کے مسلمان خوشحال ہو جائیں گے۔

لیکن اس کے جواب میں حضرت عبادہ بن صامت رض نے جو عجیب و غریب تقریر فرمائی وہ صحابہ کرام کے ایمان و یقین ان کے آہنی عزم و ثبات، دنیا سے بے رغبتی، آخرت کی فکر اور شوق شہادت کی بڑی اثر انگیز تصویر ہے اس تصویر کے کچھ حصے یہ ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے ڈشمنوں سے ہماری لڑائی اس بنا پر نہیں کہ ہمیں دنیا کی رغبت ہے یا ہم زیادہ دنیا سمیٹنا چاہتے ہیں۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم میں سے کسی شخص کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ اس کے پاس سونے کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں یا اس کی ملکیت میں ایک درہم کے سوا کچھ نہیں اس لئے ہم میں سے ہر شخص کو دنیا کی زیادہ سے زیادہ جو مقدار درکار ہے وہ لبس اتنا کھانا ہے جس سے وہ صبح و شام اپنی بھوک مٹا سکے اور ایک چادر ہے جسے لپیٹ سکے اگر ہم میں سے کسی کو اس سے زائد دنیا نہ ملے تو بھی اس کے لئے کافی ہے اور اگر اسے سونے کا کوئی ڈھیر مل بھی جائے تو وہ اسے اللہ کی اطاعت ہی میں خرچ کرے گا کیونکہ دنیا کی نعمتیں اور خوشحالی تو آخرت میں ہوں گی اسی بات کا ہمیں اللہ نے حکم دیا ہے یہی بات ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے سکھائی ہے اور ہمیں یہ نصیحت کی ہے کہ ہم دنیا کی اس سے زیادہ فکر میں نہ پڑیں کہ ہماری بھوک مٹ جائے اور ستر پوچی ہو جائے، باقی ہماری اصل فکر اور دھن اپنے رب کو راضی کرنے اور اس کے ڈشمنوں سے جہاد کرنے کی ہونی چاہئے۔

(جاری ہے)



## سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ صاحب

مرتب: مولا ناذوالکفل

استاذ جامعہ دارالتفوی لاہور

قطعہ نمبر 17

مجد تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے آپ نے اپنی حیات مستعار کی سات دہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحبؒ کی جدائی یقیناً ایک عظیم قوی و ملی سانحہ ہے اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید کبھی پر نہ ہو سکے لیکن قدرت کے فیصلوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے، آخر سب کو جانا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہاں ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محسوس ہوئی کہ ان کی حقیقی احوال و واقعات تبلیغ ہو جائیں تاکہ ان کی سیرت و کردار کے درختان پہلوامت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو بھی اپنی زندگی کا رخ متین کرنے میں مددل سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ تشریف اشاعت نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات، دینی و تبلیغی خدمات، تقسیم ہند سے قبل اور بعد کے تبلیغی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں کیجا کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور منظر عرصے میں تقریباً سات سو صفحات کی ضخیم کتاب تیار ہو گئی جو محمد اللہ چھپ کر منظر عام پر آپکی ہے جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ بک گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے قارئین کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اسے ماہنامے میں قسط و ارشائی کیا جائے۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

### مفہم کفایت اللہ صاحب کی تصدیق

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مولا نا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حج کے سفر میں جب یہ کام القاء ہوا تو اس کے بعد ان کے ذہن میں چلہ، تین چلہ اور کام کی ترتیب آنا شروع ہو گئی جب مسلسل ایسا ہونے لگا تو مولا نا

الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور ساری بات ان کے سامنے رکھ کر عرض کیا کہ: کیا یہ کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی نجیب پر ہے: مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ توقف کے بعد فرمایا کہ: کام تو وہی ہے لیکن بات یہ ہے کہ آج تو لوگ مدرسہ، مسجد اور خانقاہ کو ایک مکہ بھی نہیں دیتے تو کون اتنے پسیے خرج کرے گا؟ تو مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: نہ یہ میرے ذمہ نہیں کہ کون دے گا کون نہیں؟ یہ کام حضورؓ اور صحابہؓ کے نجیب پر ہے تو میں تو کروں گا۔ اور جو دے گا اپنے لیدے گا، کام تو اللہ نے لینا ہے۔

### مفتی کفایت اللہ صاحب سے سننا پہلا تلبیغی بیان

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابھی مجھے نظام الدین آئے ہوئے چند ہی روز ہوئے تھے کہ میں نے سننا مفتی کفایت اللہ صاحب پتھر پھوڑیوں کی مسجد میں بیان فرمائیں گے۔ میں پوچھتے پوچھتے وہاں پہنچ گیا۔ یہ مسجد دہلی میں واقع تھی۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ہی مختصر بیان فرمایا: خطبہ میں آیت:  
 یَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلَغْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ  
 رسالتَهُ إِلَى آخرة۔

پڑھی: پھر فرمایا، بھائیو! یہ کوئی نیا کام نہیں ہے حضورؓ اور صحابہؓ کا کام ہے۔ بس اتنی بات ہے کہ جب کوئی چیز رواج میں ہو تو مشکل بھی ہو تو آسان ہو جاتی ہے اور جب رواج میں نہ ہو تو آسان بھی مشکل نظر آتی ہے۔ جیسے میں یوں کہوں بھائیو! ہمارے یہاں ولیمہ ہے تم آنا ہم تمہیں دودھ کا ایک ایک پیالہ پلانیں گے۔ تو یہ آسان بھی ہے اور سنت بھی لیکن چونکہ رواج میں نہیں تو سب کہیں گے یہ کیسا ولیمہ ہے۔ اور اگر کہوں کل ولیمہ ہے تم ضرور آنہم تمہیں زردہ پلاو (پ کے پیش کو معروف پڑھا) کھلانیں گے۔ سب کہیں گے ہاں یہ ولیمہ ہے۔ حالانکہ مشکل ہے لیکن چونکہ رواج میں ہے اس لیے آسان ہے۔

بھائیو! صحابہؓ کے لیے اللہ کے راستے میں نکلناعام تھا۔ اس لیے آسان تھا۔

اب نام لکھواؤ۔ اتنا بیان کیا اور تشکیل ہو گئی۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے مفتی صاحب کا یہ پہلا بیان تبلیغ کے عنوان سے سننا۔ مختصر اور آسان۔

(جاری ہے)





## آپ کے مسائل کا حل

دارالافتاء و تحقیق

### ماہ صفر کو منحوس سمجھنا

**سوال:** ماہ صفر کو منحوس سمجھنا صفر کے مہینے کو شاید اس لیے منحوس سمجھتے ہیں کہ اس مہینہ میں آپ ﷺ کیا رہوئے۔ کیا اس ماہ میں ایسے معاملات رکھنا جیسے کوئی خوشی قبول نہ کرنا، نکاح شادی وغیرہ نہ کرنا، کیسا ہے؟

**جواب:** بسم اللہ حامداً و مصلیاً و شریعت کی رو سے صفر کا مہینہ بھی عام مہینوں کی طرح ہے۔ جاہلی دور میں لوگ صفر کے منحوس ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا صفر في الاسلام يعني اسلام میں صفر کے منحوس ہونے کا کوئی عقیدہ نہیں ہے۔

### اہل تشیع سے فتوی پوچھنا

**سوال:** علماء سے سنتے آئے ہیں کہ اہل تشیع اسلام کے بنیادی عقائد کو تسلیم نہیں کرتے اور تحریف قرآن کے قائل ہیں یا عقیدہ امامت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ان کے عقائد درست نہیں وغیرہ وغیرہ۔ سوال یہ ہے کہ اہل تشیع سے مسئلہ پوچھنا، فتوی لینا یا شرعی رہنمائی حاصل کرنا کیسا ہے؟

**جواب:** اہل سنت اور شیعوں میں فرق تو یقیناً ہے۔ ہم اہل سنت کے نزدیک احکام کے اصول چار ہیں: قرآن، سنت، اجماع اور قیاس۔ سنت میں ہم حدیث کی ان کتابوں پر انحصار کرتے ہیں جو اہل



سنن کی تالیف کردہ ہیں جبکہ شیعہ اپنے علماء کی ترتیب دی ہوئی کتابوں پر انحصار کرتے ہیں۔ اجماع کے لیے ہم اہل سنن کے اجماع کو کافی سمجھتے ہیں۔ قرآن پاک کے احکام کو سمجھنا اس کی تفسیر اور حدیث پر موقوف ہے۔ ان اختلافات کے ہوتے ہوئے کسی اہل سنن کے لیے یہ کیوں نہ ممکن ہے کہ وہ اہل تشیع سے فتویٰ لے۔ جو لینا ہے وہ پہلے ان اختلافات کو کیسے دور کرے گا؟ آپ خود شیعہ حضرات کے عقائد کا مطالعہ کرچکے ہیں۔

اس کے بعد تو پوچھنے کو کچھ نہیں رہ جاتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم فتویٰ نمبر: 5/214

### اہل تشیع کی مجالس میں شرکت کرنے کا حکم

سوال: شیعہ حضرات کی مجالس میں شرکت کرنے ان کے نوحہ سننے اور بذات خود پڑھنے اور محرم میں اپنے معمول کے طور پر کالے کپڑے زیب تن کیے جائیں تو کیا یہ ٹھیک ہے یا اس پر بھی من شبہ بہ قوم فھومنہ کا حکم لگایا جائے گا؟

جواب (1) جو مجالس غیر شرعی امور پر مشتمل ہوں ان میں شرکت کرنا ناجائز ہے، نیز نوحہ پڑھنا اور سننا بھی شرعاً ناجائز ہے۔

(2) محرم الحرام کے مہینے میں سیاہ لباس پہنانا چوں کہ ایک خاص طبقہ کا شعار ہن چکا ہے؛ اس لیے محرم کے مہینے میں سیاہ لباس پہنانا درست نہیں، خواہ اپنے معمول کے طور پر ہی کیوں نہ ہو۔  
کنز العمال فی سنن الْأَقْوَالِ وَالْأَفْعَالِ (9/22):

من كثرسواد قوم فهو منهم ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله".

"الدليل على ابن مسعود". فقط واللہ اعلم

### محرم کے موقع پر کالے کپڑے پہنانا

سوال: محرم الحرام میں کالے کپڑے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ محرم میں چونکہ شیعہ کالے کپڑے سوگ اور غم کے طور پر پہنتے ہیں اس لیے ان کی مشابہت ہے۔ ہمارے ایک مدرسہ

ہے وہاں کے لوگ طلبہ کے بارے میں محرم کے دنوں میں خاص اس بات کا اہتمام کرتے ہیں کہ کوئی طالب علم کا لے کپڑے پہن کر نہ آئے۔

**جواب:** محرم کے دنوں میں شیعوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے کا لے کپڑے پہننا جائز نہیں ہے۔

مدرسہ والوں کا یہ اہتمام درست ہے۔

### محرم میں نکاح کرنا جائز ہے

سوال: حرم میں نکاح کرنا جائز ہے؟ صحابہ کرام ﷺ کی عملی زندگی سے ثابت کیا جاسکتا ہے؟

**جواب:** محرم الحرام کے مہینے میں نکاح کرنے میں کوئی قباحت نہیں، دیگر مہینوں کی طرح اس ماہ مبارک میں بھی نکاح کرنا درست اور جائز ہے، بلکہ اس ماہ میں نکاح نہ کرنے کی رسم کو ختم کرنے کے لیے نکاح کرنا موجب اجر ہوگا۔ اگر اس ماہ مبارک میں شہادتوں کی وجہ سے اس کو غم اور سوگ کا مہینہ قرار دے کر نکاح سے احتراز کیا جائے تو سال بھر میں کوئی مہینہ ایسا نہیں جس میں کسی غظیم شخصیت کی شہادت کا واقعہ پیش نہ آیا ہو، اور اس بنا پر تمام مہینوں میں نکاح سے احتراز ناممکن بات ہے۔ اس لیے محرم الحرام میں بھی نکاح کرنا عام مہینوں کی طرح جائز ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت علی بنی ایوب اور حضرت فاطمہ یعنی شعبہ کا نکاح سن 2 ہجری ماہ محرم الحرام میں ہوا تھا، سیرۃ المصطفیٰ میں مولا ناصر محدث رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد ادريس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”اسی سال (یعنی سن 2 ہجری میں، اس میں اختلاف ہے کہ مہینہ کون سا تھا، ذوالحجہ، محرم یا صفر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء یعنی شعبہ کی شادی حضرت علی بنی ایوب سے فرمائی۔“ (سیرۃ المصطفیٰ 2/171، ط: الطاف سنز) بعض مؤرخین نے ماہ محرم میں ہی نکاح کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔ فقط اللہ اعلم



# جامعہ دارالتفوی

## زیر اہتمام

# فہرست

ایک سالہ

ہر عمر کے مسروخ و خاتین کیلئے

آن لائے شرکاء کیلئے اہم ہدایات

→ مقررہ وقت سے پانچ منٹ پہلے ہی باوضو ہو کر تشریف رکھیں۔

→ کورس میں شرکت کیلئے اپنے گھر میں مخصوص جگہ معین کر لیں۔

→ اہم مباحث و نکات نوٹ کر لیں۔

→ قبل وضاحت باتیں پوچھنے کیلئے اباقس میں رجوع کریں۔

رجسٹریشن کیلئے  
0322-4454447 / اپنानام و نمبر ارسال فرمائیں

# جامعہ دارالتفوی

نیو چوبرجی پارک، لاہور

## نصاب علمی

→ ترجمہ و تفسیر

→ اسلامی عقائد

→ صرف و نحو

→ حدیث

→ مسائل

ان شاء اللہ

## عنقریب شروع کیا جائے گا

### مدرسین

## اساتذہ

### جامعہ دارالتفوی

## اوٹارت کار

پاکستانی وقت کے مطابق

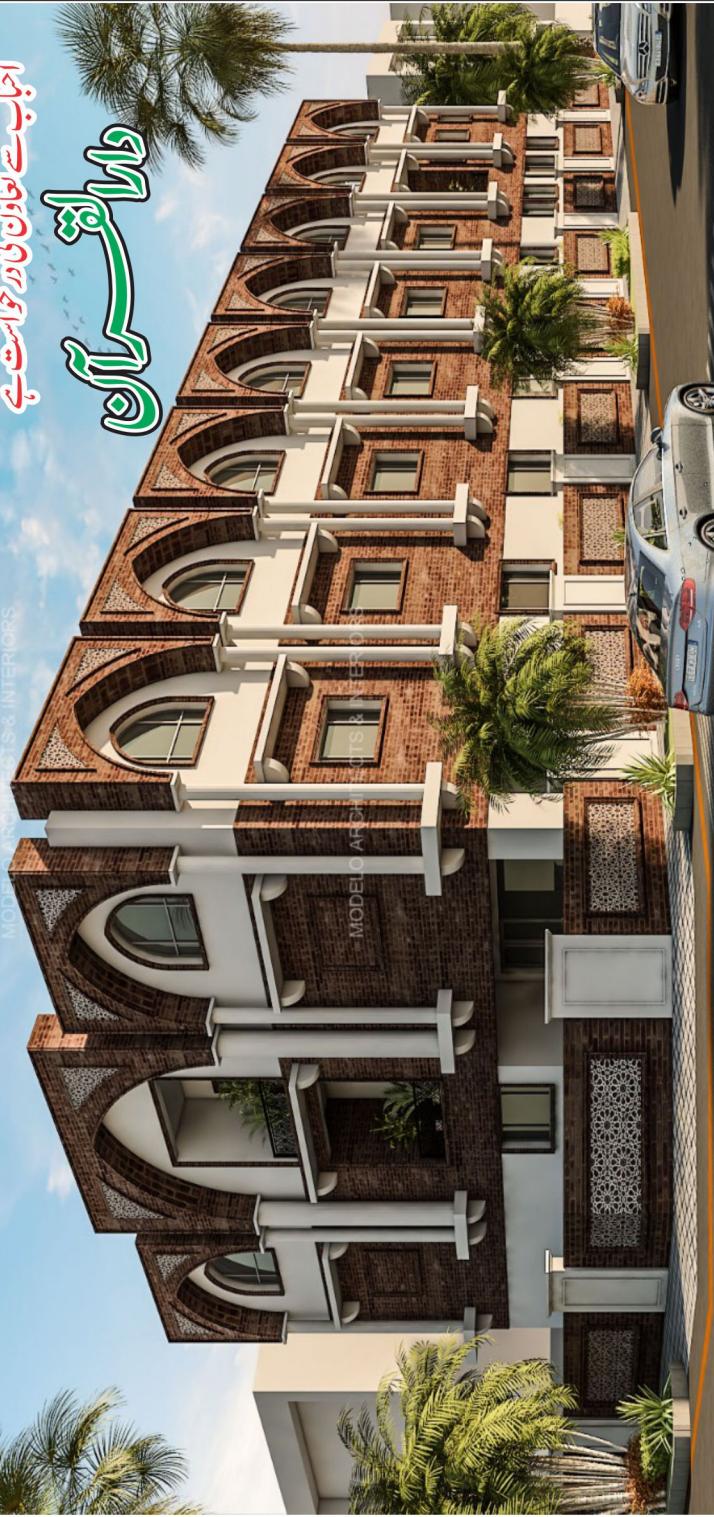
09:00 To 11:00

## بعقام

مرکز مسجد اہل الٰل کے قریب تقریباً شان کمال کا پلاٹ حاصل کر لیا گیا ہے، جہاں وہ سعید مریض بذریعہ تعمیر کی جائے گی اور دارالقرآن و دیگر شعبہ بات قائم کے جائیں گے  
اجنبی سے قامان کی درخواست ہے



MODERN PRODUCTS & INTERIORS



DARUL TAQWA TRUST  
اکاؤنٹ نامہ: 159  
ریچ کوڈ: 10018206600001  
کاؤنٹ نمبر: 10018206600001

MIB